رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب

مسئلہ ترکِ موالات کے متعلق

مرحوم شیخ الہند کے ایک تائیدی فتوے

کا تنقیدی جواب

موسوم بہ

الاستدعاء

مرتبہ

خادمِ قوم وملت خان بہادر سید اولاد حیدر بلگرامی

کواتھ مقامی

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۹۲۱ء ۱۳۳۹ھ

(بہار اڈیسہ کے پبلسٹی بیورو سے شایع کیا گیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

نصیحتے بنمودم تو گوش کن کہ مکن
گزشت از من و در اختیار تو باقی است

یوں تو یورپ کی جنگ عظیم کے زمانہ سے انقلاب پسندی تمام اقطاع عالم میں مختلف طریقوں اور متفرق صورتوں کے ساتھ پھیل رہی تھی۔ جنگ کے ختم ہو جانے کے ساتھ امید کی جاتی تھی کہ یہ بھی تمام ہو جائے گی۔ مگر اس کا خاتمہ کیا ہوگا کہ اس کے جہاں سوز شعلے تمام دنیا میں پھیل پھیل کر پہلے سے بھی زیادہ مشتعل ہو گئے۔ وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ۔ بدامنی۔ بدنظمی اور فتنہ و فساد کے خوفناک منظر پیش آنے لگے۔ دنیا کا موجودہ نظم امن و امان کا درہم و برہم ہوکر دنیا گویا اُن کا نصب العین بن گیا اور اُن کے تمام اغراض و مقاصد کا خلاصہ یہ ٹھیرا کہ موجودہ حکمرانان سلطنت اور فرماں روایان مملکت کے کسی نظام سلطنت اور آئین حکومت سے کسی قسم کا جزوی اور کلی تعلق رکھنا گناہ ہے۔

افسوس ہندوستان بھی اسی جھپٹ میں آگیا۔ ڈیڑھ پونے دو سو برس کے امن و امان

اور راحت و آرام سے بھرے پُرے گزشتہ زمانوں کو ایک بار بُھلا دیا گیا۔ امن پسندی مصلحت بینی سلامت روی۔ وفاداری اور اطاعت گزاری کہ وہ تمام اوصاف جن پر آج تک باشندگان ہند کو اپنی ہمسایہ قوموں کے مقابلہ میں ناز تھا اور افتخار اپنے ہاتھوں: خاک میں ملا دیئے گئے۔ اگرچہ آج بھی قوم و وطن کے بہت سے۔ دردمند۔ خیرخواہ اور دلسوز جن کی عمریں زمانہ کے جزرومد اور نشیب و فراز کی بہت سی خوفناک حالتوں سے قیمتی سبق لے چکی ہیں وہ اپنے تجربہ اور حقیقت فہمی کے اعتماد پر ابھی تک ابنائے زمانہ کی ان تحریکات کو بازیچۂ طفلان سے زیادہ نہیں سمجھتے اور ان کے سمجھانے اور اس خودکشی کے مصیبتناک تہلکہ سے بچانے کے لئے اپنی طرف سے سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے۔ مگر وہ نہیں سُنتے اور نہیں مانتے۔

سلطنت سے ترک تعلق کرنا تو وفاداری کی اصطلاح میں بغاوت کرنا ہے۔ موجودہ کمزوری یا بے مقدوری یا حفظ ماتقدم کے خیالوں سے اس ترک تعلق کے طریقوں کو محض صبر و تحمل اور بغیر کسی فتنہ و فساد کے برتے جانے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ مگر ایسی بے نفسی فرشتہ خصالی جو انسانیت کیا روحانیت کا کمال ہو بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ تحریری تقریری اور عملی اظہار کے وقت ابھی سے درشت مزاجی اور دریدہ دہنی سے ایسا کام لیا جاتا ہے کہ صبر و تحمل سے نہ کوئی واسطہ معلوم ہوتا ہے اور نہ کام اور نہ کسی کے مُنہ میں لگام۔ قوم و وطن کی یہ طرز ادا اُن کے اخلاقی اوصاف پر نہایت بُرا اثر ڈالتی ہے۔

ان تمام اختلافات رنجش اور کدوکاوش کا خلاصہ طرح طرح کی معرکہ آرائیوں اور رنگ برنگ کی خامہ فرسائیوں کے بعد موجودہ حکومت سے اپنے چند مطالبات کا حاصل کرنا ٹھیرایا گیا ہے۔ مگر ان مطالبات کو بھی بیحد پرجوشیوں اور لاانتہا رنجشوں اور بے موقع اور ناموزوں کوششوں کے ساتھ سلطنت سے مقابلہ کی خوفناک صورتوں میں دکھلایا گیا۔ اور اب تو رفتہ رفتہ یہ ناموزوں مقابلہ خدانخواستہ۔ حکومت سے مجادلہ اور مقاتلہ کی مہیب صورت پکڑنا چاہتا ہے۔ الٰہی خیر زمانہ کے عاقبت اندیش حقیقت بیں۔ ملک و قوم کے سچے دلسوز اور قدیم ہمدرد انقلاب

پسندوں کی ان بدعنوانیوں پر عبرت کی نگاہیں ڈالتے ہیں اور ان کے ترک تعلقات سلطانی اور پھر اُس سے مقابل ہونے کی بے سروسامانی کو حسرت اور عبرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور اُن کے موجودہ جذبات کو اس شعر کا پُورا مصداق سمجھکر خاموش رہجاتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

بہرحال ہم کو انقلاب پسند حضرات کے عملیات سے کوئی بحث نہیں۔ میری گزارش کا مقصود صرف اسی قدر ہے کہ وہ اپنے ان تمام مطالبات کو محض دُنیاوی امور سمجھکر جو چاہیں کرتے رہیں ہم اپنے مقام پر اُن کے طریقہ کو ع ہرکس بخیال خویش خبطے دارد کے معنوں میں سمجھتے رہیں گے۔ مگر للہ اپنے موجودہ طرز عمل کو امور دینی اور عقاید مذہبی سے متعلق نہ سمجھیں۔ جیسا کہ اسی جنگ عظیم کے موقع پر عموماً اور حکومت عثمانیہ کے جرمنوں سے ملجانے کے وقت خصوصاً تمام بلاد اسلامیہ کے اسلامی قوموں نے بیک آواز والفاظ اس امر کا اقرار کردیا تھا کہ یہ جنگ مذہبی جنگ نہیں ہے۔ بلکہ خالص ملکی جنگ ہے۔ اور ہم نے اس امر کو اس سے پہلے اپنے رسالہ التماس میں پُورے حوالوں کے ساتھ مندرج کیا ہے، ملاحظہ ہو۔ رسالہ التماس مطبوعہ محمدی پریس مغلپورہ شہر پٹنہ

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جرمن جاسوسی جماعت کے چند سربرآوردہ انقلاب پسندوں نے مثل مسٹر تُوفرا اور شیخ سنوسی وغیرہم کے اس جنگ کو مذہبی جنگ بنانا اور اس ذریعہ سے اسلامی قوموں کو اُبھار کر سخت مغالطہ اور تہلکہ میں ڈالنا چاہا تھا۔ مگر خیریت ہوگئی کہ اُس وقت کسی اسلامی قوم وملت نے اُن کی اس عالم فریبی اور مغالطہ دہی سے اتفاق نہیں کیا۔ اس لئے اُن کی تدبیر کارگر نہوئی اور اُن کی ترکیب نہ چل سکی۔

اب جہاں تک دیکھا جاتا ہے اُنھیں جوڑ بندیوں سے پھر کام لیا جانے لگا۔ اور دین و دُنیا کی خلط مبحث سے مسئلہ ترک موالاۃ کی کھچڑی پکائی جانے لگی۔ اور اسی کھچڑی کی تہ دیکھو۔

حکومت خود اختیاری اور سواراج کے خیالی پلاؤ بھی دم دیئے جانے لگے۔ اب یہ منظر پہلے سے بھی زیادہ خوفناک اور مہیب نظر آنے لگا۔ آخر میں اس اجتماع ضدین کی تخلیط اور افراط تفریط کا صرف یہی نتیجہ نکلنے والا ہے کہ دُنیا کے ساتھ دین کی بھی مٹی خراب ہو۔ اور خدا جانے کہ دین کی بربادی کے بعد بھی دنیا ملے گی؟ کیوں کہ وہ بمصداق حکم محکم

مٰلک الملک تؤتی الملک من تشاء	سارے ملک کا مالک تو ہی، جس کو چاہے سلطنت دے تو
وتنزع الملک ممن تشاء وتعز	ہی، جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ اور تو ہی، جس کو
من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر	چاہے عزت دے اور تو ہی جسے چاہے ذلت دے (ہر طرح کی
انک علیٰ کل شیء قدیرہ	خیر و خوبی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے) بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

بالکل خداوند عالم کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ مگر اس نتیجہ سے پہلے دینی آثار اور مذہبی اقتدار تو ضرور رخصت ہو جائیں گے۔

ہماری نظر اس وقت صرف ہندوستان کی اسلامی قوموں پر ہے۔ اُنھیں سے غرض ہے اور گزارش۔ اُنھیں کی تسکین منظور ہے اور فہمایش۔ اس میں بھی کوئی عذر نہیں کہ باوجود صدہا انقلابات اور تغیرات کے۔ ہندوستانی اسلامی قوموں کے کہ وہ جیسے بھی ہوں اور جتنے بھی دینی انہماک اور مذہبی محسوسات و خدمات میں سرمو فرق نہیں آیا تھا۔ وہ لوگ اپنے مذہبی اصول عقائد اور دینی طرز عمل کو کمال استقلال۔ خلوص اور پاداری کے ساتھ تھامے تھے۔ اور اس میں کبھی کسی وقت جا و بیجا افراط و تفریط اور بیرونی ترکیب و تخلیط کی کسی مداخلت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ ہندوکیا قریب قریب تمام ایشیائی قوموں کو یوروپین اور دیگر اقطاع عالم کی قوموں کے مقابلہ میں اس دعوے پر ہمیشہ سے ناز رہا کیا ہے کہ اُن کے مذہبی عملیات اور معتقدات اُن کی طرح صرف خیالی (آئیڈیل) نہیں ہیں۔ بلکہ عملی اور حقیقت میں یہ اُن کی احتیاط۔ اور مذہب کی بیرونی تخلیط اور بیجا افراط و تفریط سے حفاظت تھی جس نے اُن کو ان مذہبی خصوصیات اور ان قومی مفاخر و مباہات کے اظہار کا

سچا اور کامل مستحق تیار رکھا تھا۔ مگر اس پر آشوب زمانہ کی تمام دُنیاوی تحریکوں کے ساتھ مل کر
جہاں تک دیکھا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے اُن کی یہ دینی خصوصیت اور قومی عزت۔ بالکل مٹنا
چاہتی ہے۔ یہی نہیں کہ ان خصائص کو اب مفاخرت محبت اور قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا
جاتا۔ بلکہ اب تو اس کو محض فضول امر مُخرّب آزادی مضر ترقی اور جاہلانہ اور کورانہ
تقلید سمجھکر نفرت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ان ھٰذا الشی عجاب فانظروا واعتبروا
یا اولی الالباب ؎

بہرحال۔ خیالات میں انقلابات کا یہاں تک تو اثر ہو چکا۔ عملیات میں تغیرات کا
اس حد تک دسترس تو پہنچ گیا کہ اپنے اوصاف اپنی ہی نگاہوں میں عیب دکھائی دینے لگے
اب مذہبی تعلقات اور دینی معتقدات میں جو نئے نئے جذبات کے اظہار کئے جاتے ہیں
وہ عجیب اور مہیب تر رنگ دکھلا رہے ہیں۔ یہ تو مسلّم ہی جیسا کہ ابھی ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہیں
کہ یہ تمام مطالبات جو حکومت سے کئے جاتے ہیں وہ باَصلہٖ وبنفسہٖ قطعی طور پر دنیاوی
اغراض ہیں اور ملکی مطالب اور اس کے نظمی مقاصد جن کو دینی عقائد اور مذہبی شرائط سے
کوئی واسطہ اور سروکار نہیں ہے۔ مگر زمانہ کے جدت پسند طبیعت داروں کی تیز طبعی۔ بلند پروازی
اور روشن دماغی کا کیا کہنا کہ اپنی دُھن ہیں۔ باوجود تمام مذہبی ناتوجہیوں کے اپنے خالص
دنیاوی اغراض و مقاصد کو اینچ تان کر مذہبی اصول و عقاید کے مطابق ثابت کرنا چاہتے
ہیں۔ اور اپنی اس نو ایجاد ترکیب پر اپنی طبع کی جدت۔ تحقیق کی نوعیت اور استعداد و جامعیت
کی دنیا بھر سے داد لینا چاہتے ہیں۔ حالاں کہ یہ غریب اپنے مذہبی عقاید و احکام کے اوامر
مناہی منصوصہ اور اُن کے محکمات۔ مبہمات۔ متشابہات وغیر متشابہات وغیرہ کی تفریق و امتیاز
جواز و غیر جواز کی اصلیت اور ماہیت تک کہاں پہنچیں گے۔ ان کے پورے طور پر دیکھنے اور سمجھنے
سے بھی ابھی کوسوں دُور ہیں۔ روشن طبعان زمانہ کی اسی روش پر خیال کر کے قوم و ملت کے
اغراض کو بہت بڑا نباض۔ قیافہ شناس۔ علم القرآن۔ علم التفسیر اور علم الحدیث کا مستعد عالم

کامل الاستاد اور نقاد حافظ دگر بد قسمتی سے سرکار انگلشیہ کا خطاب یافتہ شمس العلماء
مولوی نذیر احمد صاحب بجنوری ثم الدہلوی نے۔ آج سے تیس برس پہلے اپنے ترجمہ قرآن
میں ان غلط فہمیوں پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ ہم اُن کی عبارت ذیل میں قلمبند کئے دیتے ہیں

شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب آیہ وافی ہدایہ لکھکر۔

هو الذی انزل علیك الكتاب	(اے پیغمبر) وہی تو ذات پاک) ہے جس نے تم پر کتاب
منه آیات محكمات هن ام الكتاب	اُتاری جس میں بعض آیتیں پکی (یعنی صاف وصریح) ہیں کہ
واخر متشابهات فالذین فی	وہی اصل کتاب ہیں، اور دوسرے مبہم (کہ اُن کے معنوں میں
قلوبهم زیغ۔ فیتبعون ما تشابه	کئی پہلو نکلتے ہیں۔ تو جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ تو قرآن
منه ابتغاء الفتنة وابتغاء	کی اُنھیں مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد
تاویله وما یعلم تاویله الا الله	پیدا کریں اور تاکہ اُن کے اصل مطلب کی ٹوہ لگائیں حالاں کہ
والراسخون فی العلم یقولون	اللہ کے سوا اُن کا اصلی مطلب کسی کو معلوم نہیں اور جو لوگ علم میں
آمنا به كل من ربنا وما	پائگاہ رکھتے ہیں وہ تو اتنا ہی کہکر رہجاتے ہیں کہ اس پر ایمان لائے
یذكر الا اولو الالباب ۵	(یہ) سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور (سمجھائی) وہی سمجھتے ہیں

اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

قرآن ہے تو آسمانی کتاب۔ مگر لوگوں کو سمجھانے کو اُتری ہے۔ اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ بہت سی باتیں اُن کی سمجھ کے باہر ہیں۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات کا علم تفصیل بہشت و دوزخ کی ماہیت وغیرہ۔ اور کلموا الناس علی قدر عقولھم کے قاعدے سے اُنھیں کے محاورے اُنھیں کے عادات کے مطابق اُنھیں سے بات کہنی ہوتی ہے۔ تو بہت سی باتیں قرآن میں ہیں اور اُن کی لِم اور تہہ سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر اصل دین ایسا صاف ہے اور واضح کہ احمق سے احمق اور جاہل سے جاہل بھی سمجھتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کسی مصلحت سے چند روز کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اُس میں ایک طرح کی رُوح ہے جو ابدالآباد تک قایم رہے گی۔ جسمانی تعلقات کی

وجہ ہے انسان کو بہت سی حاجتیں پیش آتی ہیں جس سے لوگوں میں کشمکش کا ضروری نتیجہ ہے فساد۔ یہ ہی گناہوں کی اصل۔ گناہوں کا اثر رُوح پر پڑتا ہے۔ جس سے روح کی وہ ہستی جو بعد مرگ ہونے والی ہے۔ بنتی ہے اور بگڑتی ہے۔ انسان کو عقل دی گئی ہے جو اُس کو بتاتی ہے کہ دُنیا میں اُسے کس طرح پر رہنا چاہیئے۔ اور نور عقل کو روشن کرنے کے لئے خدا نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے کتابیں نازل فرمائیں۔ دیندار ہونے کے لئے کچھ ایسی بڑی عقل اور بڑی معلومات درکار نہیں۔ انسان کا اپنی حالت پر غور کرنا۔ دنیا کی زندگی کو چند روزا اور اپنے تئیں عاجز و بے حقیقت سمجھنا بس کرتا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کو محکمات فرمایا۔ کوئی فرد بشر ان کے سمجھنے سے معذور نہیں۔ بات بات میں کھڑ پیچ نکالنا اپنی عقل کو بڑا سمجھنا اور اس سے وہ کام لینا جس کے سرانجام کی اُس میں صلاحیت نہیں دین سے بے بہرہ رہنے کی علامت ہے یہ مرض زیادہ تر پڑھے لکھوں میں ہوتا ہے اور آجکل کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں اس قسم کی گمراہی کثرت سے دیکھی جاتی ہے۔ اور دین کے اعتبار سے یہ حالت بڑی خطرناک ہے۔ ایسا آدمی غیر ضروری باتوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ فرض کو نافلہ اور نفل کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے اور اُس کو بھی نباہ نہیں سکتا۔ اس آیت میں اچھی طرح سمجھا دیا گیا کہ مبہم اور مشتبہ باتوں کے درپے ہونا دینداری کے خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے۔

ترجمہ القرآن مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۹۷ (حاشیہ)

بہرحال۔ اس آیہ قرآنی کے معانی اور شمس العلما صاحب کی شرح سے معلوم ہوا کہ قرآن کے معانی۔ مطالب اور مقاصد۔ ظاہر بھی ہیں۔ مبہم بھی ہیں اور متشابہ بھی۔ اور ہر شخص اُن کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس لئے اکثر لوگ اپنی غلط فہمی سے اس کے تاویلات کو فتنہ و فساد کی طرف کھینچ لیجاتے ہیں اور یہ ضرورت اور مجبوری اُن کو دُنیا کی جسمانی احتیاجوں کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ اور اسی دنیاوی احتیاجوں کی کشمکش کے باعث سے فتنہ و فساد پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہی فتنہ و فساد گنہگاری اور روحانی بربادیوں کے باعث ہوتے ہیں

ان تمام خرابیوں کا سبب احکام قرآن کی تفہیم میں اپنی عقل وقیاس سے طبع آزمائی ہے اور
یہی مایۂ فساد ہے اور اصل برائی۔ بقول حافظ صاحب بات بات میں کھینچ تان نکالنا اپنی عقل
کو بڑا سمجھنا اپنی بساط سے زیادہ۔ اپنی حیثیت سے باہر وہ کام کرنا جس کی صلاحیت نہیں
یہی ہیں اصول دین نہ سمجھنے اور حقیقت مذہب نہ جاننے کی اصلی علامتیں اور قصور معاف یہ
مرض جاہلوں سے زیادہ پڑھے لکھوں ہی میں ہوتا ہے۔

اس میں کسی کو عذر نہیں کہ مرحوم حافظ صاحب معمولی حیثیت کے بزرگ نہیں تھے
وہ باعتبار استعداد وجامعیت قوم وملت کے بزرگوں میں بہت بڑے مشہور ومعروف
معزز وموقر بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ زمانہ اور اہل زمانہ کے طور وطریق سے واقف اور
رفتار وکردار کے بہت بڑے تجربہ کار۔ وہ نہایت دلسوزی اور دردمندی سے اس
دین مادّے کو اپنے برادران اسلامی میں عموماً اور تعلیم یافتہ حضرات کے طبقات میں خصوصاً
آج سے تیس برس پہلے پیدا ہوتے اور بڑھتے اور ترقی کرتے ان کی تمام جماعت میں پھیلتے
ہوئے دیکھ کر اس کے دفعیہ اور اس کی روک تھام کے لئے متنبہ فرما گئے۔ وما علی الرسول
الا البلاغ کے فرائض ادا کر گئے۔

حافظ صاحب کے ایسے دور بین، عاقبت اندیش اور نکتہ رس بزرگوار آج اپنی قوم وملت
کے طبقات میں اسی طریقہ اور انداز کو حافظ صاحب کی پیشین گوئی کے عین مطابق پاتے ہیں
اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سعادت مندی پیش افتادہ میں ہمارا
قوم وملت کے جوان سال اور تیز طبع حضرات کو کیا ہو گیا ہے۔ آج کل انقلاب زمانہ
آزادی اور حکومت خود اختیاری کے ولولے اور پرجوشی انہیں فرائض دینی سے علیحدہ کر
امور غیر ضروریہ کی طرف کس سرعت کے ساتھ کھینچے جا رہی ہے۔ صورت واقعہ اور روزانہ
مطالعہ تو صاف صاف یہی بتلا رہی ہے کہ بقول حافظ صاحب انہی تعلقات کی وجہ سے
یہ حاجتیں پیش آئی ہیں اور اس وجہ سے کشمکش واقع ہوئی ہے اور خیریت ہے کہ ابھی تک صورت حال

کشمکش ہی کے حدود تک پہونچی ہوئی معلوم ہوتی ہے) مگر اس کشمکش کا آخر میں نتیجہ ہونے والا کہ وہی فساد (خدانخواستہ) جو باعتبار دینداری تمام گناہوں کی اصل ہے۔ اور یہی گنہگاری تمام ایمانی اور روحانی بربادیوں کا باعث ہے۔

اب دیکھئے۔ یہ انقلاب پسند حضرات اپنی اُنھیں غلط فہمیوں کے باعث چند آیات قرآنی کی اصل تفہیم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اُس کے اصل مطلب کی توڑ لگاتے ہیں۔ حالانکہ اُن کا اصل مطلب سوائے ذات پاک جناب باری عزاسمہ اور اُن مقدسین کے۔ جن کو دربار ایزدی سے الراسخون فی العلم کا گراں مایہ خطاب عنایت ہوچکا ہے اور کسی کو بھی معلوم نہیں۔ بہرحال۔ آمدم برسر مطلب۔ ہیں تو یہ مطالبات نرے اور خالص دنیاوی معاملات اور ملکی مطالبات۔ آئین حکومت سے اختلافات اور طرز و نظام سلطنت پر اعتراضات۔ مگر اجتماع خیالات اور اتحاد طبقات کی ضرورتوں سے اس میں مذہبی قوت اور دینی اثر پیدا کرنے کی مصیبت آپڑی جس کے بغیر عامۃ الناس کا اجتماع اور اتفاق بعید العقل ہے اور قریب المحال اس لئے ان حضرات نے چند آیات قرآنی کو ظاہر طور پر اپنے مفید مطلب سمجھکر اپنے استدلال اور اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ یہ حضرات اپنی غلط فہموں سے ان آیات کو مفید مطلب بھی سمجھے اور مناسب حال بھی۔ مفید مطلب تو یوں کہ مخالف اسلام فرقوں سے الگ رہنے کی ان میں تاکید کی گئی ہے۔ اور مناسب حال اس باعث سے کہ ان میں نصاریٰ کا لفظ داخل ہے اور نصاریٰ سے عیسائی قومیں مُراد لی جاتی ہیں۔ اور موجودہ حکمرانان ملک ضرور عیسائی ہیں۔ اس لئے اپنے خیال کے مطابق ان آیات کے استدلال سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اس مخالف اسلام فرقہ سے جدائی۔ علٰحدگی۔ ترک موالات یا قطع تعلقات اختیار کرنا عین حکم آلہی ہے۔ اور حکم الٰہی کی تعمیل ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اب وہ چند آیات قرآنی جو ان حضرات کے استدلال کی سرمایہ ناز ہیں۔ ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ اور اُن پر تنقید کی کافی اور کامل نظر ڈال کر اُن کی اصل حقیقت کا انکشاف کیا جاتا ہے۔

وما ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ ـ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

(سوائے اصلاح (حال) کے میرا کوئی ارادہ نہیں ہے اور مجھ کو کسی سے امید تائید نہیں سوائے اللہ کے۔ اسی پر ہمارا اعتماد ہے اور اسی کی ہم خدمت کرنے والے ہیں)

ترک موالات کی تائید میں پہلی آیت :-

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا	اے ایمان والو۔ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست و مددگار نہ بناؤ
الیھود والنصاریٰ اولیاء	وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے
بعضھم اولیاء بعض ومن	اُن کو دوست اور مددگار بنائے وہ بھی انہیں میں سے ہے۔ ملاحظہ ہو
یتولھم منکم فانہ منھم سورہ مائدہ	فتویٰ صر(۳) مطبوعہ اخلاقی پریس پٹنہ۔ بانکی پور

اس آیت کی تنقید سورۂ مائدہ کی اور دیگر آیات کی تنقیح و تشریح کے ساتھ جو فتوے مطبوعہ میں آگے مندرج ہیں۔ ایک ہی جا قلمبند کر دی گئی ہے۔

دوسری آیت ـ لا یتخذ	مسلمانوں کو نہیں پہونچتا کہ وہ مومنین کے سوا کافروں کو
المومنون الکافرین اولیاء	اپنا دوست اور مددگار بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اس کو
من دون المومنین ومن یفعل	اللہ سے کچھ سروکار نہیں
ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ	فتویٰ مطبوعہ صر(۴)

نہایت عبرت اور کمال حسرت کا مقام ہے کہ فتویٰ مطبوعہ میں۔ اس آیت کے اندراج کے متعلق تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد کے الفاظ مخالف مدعا سمجھ کو عمداً چھوڑ دیئے گئے ہیں چنانچہ اس کلام ربانی میں اس سے آگے یہ الفاظ ہیں۔ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ جس کا ترجمہ یوں ہوا کہ مگر ایسی تدبیر سے کسی طرح اُن کی شرارت سے بچنا چاہو تو خیر (ترجمہ قرآن حافظ نذیر احمد) اب تو ترجمہ مندرجہ فتویٰ سے چھوڑ دیئے ہوئے آخر فقرہ کے ترجمہ کو ملایا جاوے تو پوری عبارت ترجمہ آیت مندرجہ فتویٰ یوں ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو نہیں پہونچتا کہ وہ مومنین کے سوا کافروں کو اپنا دوست و مددگار بنائیں اور جو ایسا کرے گا اُس کو اللہ سے

کوئی سروکار نہیں۔ مگر اس تدبیر سے کسی طرح اُن کی شرارت سے بچنا چاہو تو خیر"

اب پوری عبارت ترجمہ پڑھکر بتلایا جاوے کہ یہ آیت مسئلہ زیر بحث کے استدلال میں مفید مطلب ثابت ہوتی ہے یا غیر مفید۔ کیوں کہ آخر والی شرط سے جو مخالف مدّعا سمجھکر عمداً چھوڑدی گئی تھی۔ صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امن وامان اور حفاظت جان کی ضرورتوں سے اُن کو دوست و مددگار بنا لینے میں مضائقہ نہیں۔ دُور بین نگاہیں اور عاقبت اندیش قلوب رکھنے والے حضرات خوب سمجھتے ہیں کہ اُس حاکم مطلق اور مدبّر برحق کی کتنی بڑی مصلحت ملکی اور صلاح وقتی اس شرط میں مضمر۔ اور کتنی بڑی حکمت اور حفاظت جانی اور مالی متصور ہی۔ خصوصاً یہ شرط زمانہ موجودہ کی حالتوں سے کیسی مطابق ہے اور موافق۔ دُنیا کے ایسے پرآشوب عالم میں کہ چاروں طرف سے ہم (ہندوستان کے باشندوں کو) بیرونی حملات اور صدمات کے شب و روز خوف لگے ہوئے ہیں۔ اور جن کے دفاع کی اپنے آپ میں ہم کوئی قوت اور صلاحیت نہیں پاتے۔ اور ظاہر و ثابت ہی کہ ہم اپنی موجودہ کمزوریوں سے اپنی حفاظت جان و مال کرنے کے لئے بالکل مجبور ہیں اور بے مقدور۔ تو ایسی حالت میں تمام دلائل سے قطع نظر کرکے صرف اسی ضرورت کے اعتبار سے شرط مندرجہ آیت کی تعمیل کی جائے تاہم ترک موالات کا جواز ثابت نہیں ہوا۔ پھر اس آیت کو آیت عذاب و عقوبت کیا بلکہ آیہ رحمت کہنا چاہیئے۔ بہرحال یہ آیت کسی صورت سے مدعا، فتوے کے لئے مفید نہیں ہوسکتی۔ ہاں مفتی صاحب (مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی) کی قلمکاریوں کی حقیقت البتہ کھول دیتی ہی کہ آپنے اس آیت کو قطع و برید کرکے اپنے مدعا کے مفید بنانا چاہا تھا اور تمام خاص و عام اہل اسلام کو بہکانا۔ جو اُن کے ایک عالم مذہب ہونے کی شان سے بہت بعید تھا۔

تیسری آیت۔ بشر المنافقین بأن لھم عذابا الیما الذین یتخذون الکافرین

اُن مشرکین کو عذاب دردناک کی خوشخبری سُنادو۔ جو مومنین کے سوا کافروں کو اپنا دوست

اولیاء من دون المومنین ایبتغون بناتے ہیں۔ کیا اُن کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا حالاں کہ تمام تر عزت خدا کے پاس ہے۔ فتویٰ ص(۲)

اس آیت میں خطاب الٰہی خاص کر منافقین سے ہی۔ اور باتفاق جمیع مفسرین۔ محدثین اور مورخین اسلامی، منافقین۔ مدینہ میں یہودی باشندوں کی ایک جماعت تھی جس کا سردار ابن ابی سلول تھا۔ ان منافقین کے تمام مفسدے اور شرارتیں اسلام کے ساتھ، کتب احادیث وتواریخ میں تفصیل سے مرقوم ہیں۔ اب یہ خطاب خاص اس جماعت کے میل جول سے علیحدہ رہنے کے لئے ہی اور یہاں مدّعا ہے نصاریٰ سے علیحدگی۔ تو پھر بتائیے کہ آپ کو کس قوم سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا جاوے۔ اور آپ علیحدہ رہیں کس قوم سے۔ آپ کو منافقین کی جگہ نصاریٰ کو اس آیۃ کا مفہوم بتلانا تو سوائے آپ کی خودغرضانہ ضرورتوں پر مبنی ہونے کے اور کیا سمجھا جاوے گا۔ مخاطبات قرآنی میں تغیّر کرنا اور اُن کو بدلنا ایک مفسر قرآن کی شان سے بالکل خلاف ہے۔ دیکھئے آپ ہی کے ایسے ایک دوسرے مفسر قرآن۔ حافظ نذیر احمد صاحب ترجمہ قرآن (حمائل) کے صفحہ ۱۵۹ میں (حاشیہ پر) اس آیہ وافی ہدایہ کی تفسیر اور شان نزول میں۔ گروہ منافقین کے حرکات ومفسدات کو کس خوبی سے تحریر فرماتے ہیں۔ وھو ھذا۔

مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی تو منافق مسلمانوں کے ساتھ ہوتے۔ مگر صاف دل سے نہیں۔ وہ ایسا جُوا کھیلتے تھے کہ طاق اور جفت دونوں داؤں انھیں کے ہوتے یعنی مسلمانوں کی فتح ہوتی تو مال غنیمت میں حصّہ لگانے کے لئے مسلمانوں سے کہتے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ تھے۔ غنیمت میں سے ہم کو بھی حصّہ دو۔ اور اگر کافروں کی جیت ہوتی تو اُن کو پٹّی دیتے کہ مسلمان تو تم پر غالب آ چکے تھے۔ مگر ہم ہی نے دیدہ و دانستہ تمہاری خاطر سے گئی کی۔ اور تم کو جتوا دیا تو جو کچھ تم کو مسلمانوں سے ہاتھ لگا ہے۔ لاؤ ہم تم آپس میں بانٹ لیں۔ ترجمہ ص ۱۵۹

مفتی صاحب کا مُدّعا تو سارا نصاریٰ سے ہی۔ اور خطاب الٰہی کا منشا گروہ منافقین سے جو

مدینہ میں اُس وقت مفسد یہودیوں کی ایک تیار جماعت تھی۔ ظاہر میں تو وہ اسلام کے دوست تھے۔ مگر باطن میں کٹّے دشمن۔ اُس وقت تک تو نہ نصاریٰ کے معاملات پیش ہوئے تھے اور نہ مدینہ میں ان کی آمد و رفت۔ تاریخ و حدیث کی کتابوں سے ثابت ہوتی ہی۔ پھر منافقین کے خاص گروہ کے مفہوم میں ان کو داخل کر دینا بالکل بیکار ہے۔ اور خارج از اعتبار۔ بہرحال دیکھ لیا گیا کہ اس آیہ وافی ہدایہ سے بھی استدلال بمقابلہ نصاریٰ مفید مطلب نہیں ہو سکتا۔

چوتھی آیت - مندرجہ بالا آیت سے ملی ہوئی یہ ہی۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء	اے ایمان والو۔ مومنین کے سوا کافروں
من دون المومنین اترید ون ان تجعلوا للّٰہ	کو اپنا یار و مددگار نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو
سلطانا مبینا ؕ	اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح

اس آیت اور اس کے قبل اور اس کے بعد والی آیتوں میں بھی۔ جیسا کہ سیاق عبارت بتلا رہا ہی۔ منافقین سے خاص خطاب کا مفہوم ہے۔ چنانچہ اس سے ملی ہوئی عبارت میں صاف صاف لکھ دیا گیا ہی۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیرا۔ کچھ شک نہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں ہوں گے اور (اے پیغمبر) تم کسی کو بھی ان کا مددگار نہ پاؤگے۔ (ترجمہ نذیر احمد صاحب) سلسلۂ عبارت سے ثابت ہوتا ہی کہ مخاطب اور مفہوم ہیں وہی منافقین۔ مگر چونکہ یہ عبارت آیت مطلب سے کسی قدر الگ ہو جاتی ہی۔ اس لئے درج فتویٰ نہیں کی گئی۔

بہرحال۔ جب یہ ثابت ہی کہ آغاز ہی سے ان آیات کے مفہوم منافقین ہیں نصاریٰ سے علیحدہ اور جداگانہ جماعت ثابت ہوتی ہے تو اس آیت سے بھی کچھ کام نہیں نکلتا۔ اور اگر آپ کا اصرار ہے کہ کافرین کا لفظ جامع ہے تمام مخالف اسلام ادیان و مذاہب پر تو پھر نصاریٰ کیسے اس کے اطلاق سے نکل سکتے ہیں۔ تو جواباً عرض ہی کہ اوّل تو اہل کتاب کی نسبت کفر کا اطلاق ابھی تک اسلام کا اختلافی مسئلہ ہے جس پر تمام متکلمین و محدثین متامّل ہیں۔ مگر بفرض محال

مفتی صاحب کی طرح ہم بھی تھوڑی دیر تک مذہبی اخلاق سے متجاوز ہو کر عیسائیوں کو بدتر کافر کہنے لگیں۔ تو پھر کیوں جناب۔ کیا ہنود کافرین کے دائرہ میں نہ لئے جائیں گے۔ اور وہ اس آیہ وافی ہدایہ کے مفہوم میں شامل نہ کئے جائیں گے۔ وہ تو بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ثابت ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ان کا اہل کتاب ہونا اہل اسلام کے نزدیک آج تک کسی طرح سے ثابت ہی نہیں ہاں اُن کو انھیں محققین یورپ کا ممنون منت اور زیر بار احسان ہونا چاہیئے۔ جن کی جدید تحقیقات میں وید اور شاستر کے احکام وادعیات پر صحف انبیائے سابقین کے بچے بچائے اور غیر مترتب اجزا اور اُن کے اقتباسات ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ یہ ابنائے زمانہ کی محض خودغرضی ہے کہ مذہبی مخالفت اور دینی مغائرت کی بنا پر ایک کافر جماعت کو اپنا ہمخیال پاکر اپنا عزیز۔ قریب۔ شریک اور رفیق بنائیں اور دوسرے مخالف گروہ کو اُسی کفر کے واحد قصور پر گھر سے نکال دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ خیریت ہو گئی کہ جرمن کی فتح نہیں ہوئی۔ نہیں تو قبل از خاتمہ جنگ قیصر کا مسلمان ہو جانا مشہور ہو چکا تھا۔ اس بنا پر سب ہنود مسلمان سمجھ لئے گئے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ "اعوذ باللہ من ذلك العقاید الفاسد"۔

پانچویں آیت۔ یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین ہ

اے ایمان والو۔ تم اُن اہل کتاب اور کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بناؤ۔ جنھوں نے بنایا ہے تمہارے دین کو ہنسی کھیل اور اللہ سے ڈرو۔ اگر تم مومن ہو۔

اس آیت اور اس کے بعد والی چھٹی آیت کی ہم نے ایک ہی جا ملا کر تشریح کرنے میں زیادہ سہولت سمجھی ہے۔ مگر اتنا بتا دینا یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کی عبارت سے کافرین اور اہل کتاب کا صاف فرق ثابت ہے۔ پھر اہل کتاب کو کافر کہنا کیسا ہے۔

چھٹی آیت۔ تریٰ کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم

اُن میں بہت سے تم ایسے دیکھو گے جو رفیق بنے ہیں کافروں کے۔ بیشک بڑا ہے جو انھوں نے آگے بھیجا ہے

ان سخط اللہ علیھم فی العذاب ھم خالدون ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولکن اکثرھم فاسقون ۝

اپنے لئے جو کہ اللہ کا غضب ہی اُن پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں ہیں۔ اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ اور اس کے نبیؐ اور اس پر جو نبیؐ کی طرف اُتارا گیا تو کافروں کو رفیق نہ بناتے۔ لیکن بہت اُن میں سے نافرمان ہیں۔ فتویٰ ص(۴)

سُبحان اللہ و بحمدہ ۔ شعر فہمی عالم بالا معلوم شد۔ برائیاں دکھلائی جائیں یہود کی ۔ آپ بتلائیں نصاریٰ کی۔ خدا کہے یہود کے میل جول سے بچے رہو اور آپ فرمائیں نصاریٰ سے علیحدہ رہو۔ کہئے کس کی مانی جائے۔ آپ کی یا خدا کی۔ اسی آیت کا ترجمہ آپ کے حافظ نذیر احمد صاحب نے جو کیا ہے اُسے بھی ملاحظہ فرما لیا جائے۔ وہو ہذا

(اے پیغمبرؐ) تم ان (یہود) میں سے بہتیروں کو دیکھو گے کہ مشرکین سے دوستی رکھتے ہیں البتہ انھوں نے اپنے حق میں (بہت ہی بڑی) تہید اُٹھائی (جس کا نتیجہ یہ ہوا) کہ (دین میں بھی) خدا اُن سے ناراض ہوا اور (آخرت میں بھی) ہمیشہ (ہمیشہ) عذاب میں رہیں گے۔ اور اگر (یہ لوگ) اللہ اور (اپنے) پیغمبرؐ (یعنی موسیٰؑ) پر اور جو کتاب اُن (پیغمبرؐ) پر نازل ہوئی اس پر ایمان رکھتے ہوتے تو مشرکوں کو مددگار اور دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں سے بہتیرے نافرمان ہیں۔ حائل مترجم ۱۹۱ - ۱۹۲

فتوے کے مندرجہ ترجمہ مفتی صاحب کو حافظ صاحب کے اس بے لوث اور صاف صاف ترجمہ سے ملا یا جاوے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ اس ارشاد ربانی میں کہاں یہودیوں کے مفسدے شرکت اور رفاقت مشرکین عرب کی نسبت اُن کی بُرائیاں اور سوء تدبیری آنحضرت صلعم کو دکھلائی اور بتلائی جاتی ہیں اور کہاں آپ بلا قصور اور بے خطا بقولیکہ نیکی برباد گنہ لازم یہودیوں کے مفسدے اور رفاقت مشرکین کے الزام میں نصاریٰ عیسائیوں کو پکڑتے ہیں اور مسلمانوں کو اُن کے ساتھ تعلقات رکھنے کے لئے ملزم قرار دیتے ہیں

حالانکہ آپ کی پیش کردہ فردِ جرم میں عیسائی ملزمین کے کہیں نام بھی نہیں ہیں اور نہ اشارتاً و کنایتاً کہیں اُن کا ذکر ہے۔ جیسا کہ آپ کو حافظ صاحب کے ترجمہ سے ابھی ابھی اوپر دکھلا دیا گیا ہے۔ اب فرمایئے حافظ صاحب کے ترجمہ اور آپ کے استدلال کو پڑھکر وہ کون فرد بشر ہوگا جو آپ کے اس طریقہ استدلال اور تحریر فتوے کو آپ کی کھلی کھلی خود غرضی اور مغالطہ دہی نہ کہیگا

لُطف پر لُطف اور طُرّہ پر طُرّہ تو یہ ہے کہ مفتی صاحب نے آیت مندرجہ میں یہودیوں کے عیوب کے ساتھ عیسائیوں کو بھی سوند دیا اور مفہوم خطاب کو جو یہودیوں سے مقصود تھا مسلمانوں کی طرف پھیر دیا۔ ورنہ اس آیہ کو مسئلہ زیر بحث کی تائید میں اصلی مفہوم کے ساتھ لکھدینے سے آپ کی غرض پوری نہ ہوتی۔ اسی باعث سے آپ نے معانی قرآن کے صحیح مفہوم کو اپنے ترجمہ میں چھپا دیا۔ مگر ہم نے حقیقت حال اور امر واقع کو حافظ صاحب کے ترجمہ سے دکھلا دیا۔ اب اسی آیت کے متعلق مفتی صاحب کی ایک دوسری خود غرضانہ ترکیب ملاحظہ فرمائی جائے۔ ممدوح نے اپنے حسابوں اپنی غرض اور مطلب کے مطابق تو آیہ مندرجہ بالا کی عبارت مندرج فتویٰ کردی۔ مگر اس سے آگے کی عبارت جو مخالفت اسلام میں یہودیوں اور عیسائیوں کے طرز عمل میں کامل تفریق اور امتیاز بتلاتی تھی۔ عمداً اور قطعاً چھوڑ دی۔ صرف اس لئے کہ وہ آپ کے مُدعا کے بالکل برعکس اور سراسر منافی تھی۔ بہرحال ہم اس آیت کے مابقی عبارت کو ذیل میں لکھکر ناظرین کتاب کو دکھلا دیتے ہیں کہ یہ آیت ربانی اور عبارت قرآنی کس وضاحت اور صفائی سے مخالفت اسلام کے خاص مسئلہ میں یہودیوں کے مقابلہ میں عیسائیوں کو بہت ہی نرم ملائم محبت اور رعایت کرنے والا ثابت کر رہی ہے۔ وہ بقیہ عبارت آیت وافی ہدایہ یہ ہے۔

لتجدن اشد الناس عداوۃ	(اے پیغمبر) مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور
للذین امنوا الیھود والذین	مشرکین کو تم سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤگے اور مسلمانوں کے
اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ	ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں اُن کو قریب پاؤگے

للذین امنوا الذین قالوا انا
نصٰری ذٰلک بان منھم قسیسین
ورھبانا وانھم لا یستکبرون واذا سمعوا
ما انزل الی الرسول تری اعینھم
تفیض من الدمع مما عرفوا من
الحق یقولون ربنا امنا فاکتبنا
مع الشٰھدین وما لنا لا نؤمن
باللہ وما جاءنا من الحق ونطمع
ان یدخلنا ربنا مع القوم الصٰلحین
فاثابھم اللہ بما قالوا جنٰت
تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین
فیھا وذٰلک جزاء المحسنین ۵

جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کی طرف نصاریٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے اور جب قرآن کو سنتے ہیں جو (ہمارے اس) رسول (محمد صلعم) پر نازل ہوا ہے تو اے مخاطب تو ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ ان سے آنسو جاری ہیں اس لئے کہ انھوں نے اس بات کو پہچان لیا ہے (قرآن کو سن کر) دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم تو ایمان لائے تو (دین حق کی) تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہم کو بھی لکھ رکھ اور ہم کو کیا (جنون) ہوگیا ہے کہ اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہے اس پر تو ایمان لائے نہیں اور توقع یہ رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں لیجاکر) داخل کرے گا۔ تو اس کہنے کے صلے میں خدا نے ان کو (بہشت کے) باغ عطا فرمائے۔ جن کے تلے نہریں (پڑی) بھری ہیں اور یہ ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور خلوص دل سے نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے۔ حمائل مترجم ص ۱۹۲ سطر ۵ تا ص ۱۹۳ سطر ۵۔

لیجئے اس آیۂ وافی ہدایہ نے حقیقت حال کا پورا انکشاف کر دیا اور بالکل مطلع صاف۔ کہاں مفتی صاحب احکام قرآنی سے عیسائیوں کی اسلام کے ساتھ سخت مخالفت کر رہے تھے۔ اور کہاں اس ارشاد ربانی سے صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں وہ لوگ قریب ہیں جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔ آپ کی تعلیم و تلقین کے خلاف اور بالکل برعکس اس عبارت قرآنی سے آخر میں یہ نتیجہ نکلتا ہے

کہ نصاریٰ جس طرح اسلام کی دوستی میں قریب ہیں اُسی طرح اور کوئی قوم نہیں۔ یہ عبارت کسی طرح مبہم معنیٰ مطلب اور مشتبہ فیہ بھی نہیں رکھی گئی ہے۔ بلکہ صاف صاف بمقابلہ یہود مشرکین عرب اور دیگر مخالف اسلام اقوام بتلا دیا گیا ہے اور فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ دشمنی کے اعتبار سے مسلمانوں کے ساتھ جس طرح یہود اور مشرکین شدید ہیں اُسی طرح مسلمانوں کے ساتھ دوستی میں نصاریٰ قریب ہیں۔ اب فرمایا جائے اس احکام ربّانی پر دیندار مسلمان ایمان لائیں گے یا مفتی صاحب کی رام کہانی پر۔ مفتی صاحب خود غرضی اور ذاتی رنج و ملال کی بنا پر ارشادات وخطابات قرآنی کو خواہ مخواہ توڑ مروڑ اور اُلٹ پلٹ کر کے یہودیوں کی مفسدی اور برائیوں کو عیسائیوں کے سر باندھ رہے ہیں۔ اور عام اہل اسلام کو غلط معنیٰ احکام قرآنی کے بتلا کر اُن کو اصل راہ سے الگ لئے جاتے ہیں۔ اب اُن کا یہ غلط طریقہ تعلیم و تلقین اختیار کیا جائے گا یا وہ اصلی حقیقت اور حقیقی ہدایت جو اس آیت کے کھلے کھلے الفاظ و معانی میں اُس مخبر صادق اور معلّم ربّانی (روحی لہ الفدا) نے بتلائی ہے۔ واجب التعمیل اور لازم التقلید سمجھی جائے گی

یہ بھی واضح رہے کہ عیسائیوں کی نسبت یہ آیت ہمیں کچھ اکیلی اُن کی دوستی اور محبت ہی کی خبر نہیں دیتی ہے۔ بلکہ دنیا میں اُن کی نیکوکاری اور آخرت میں اُن کی رستگاری بھی بتلاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے انھیں اقوال اور اعمال پر قائم رہیں جیسا کہ اُن کے اقوال اور اعمال کے ذریعہ سے خداوند عالم نے اُن کے حصول اوصاف کی توجیہ و تشریح بھی قایم کر دی ہے اور اُن کے انھیں اقوال و اعمال کے اعتبار و اوصاف کی بنا پر اُنھیں شاہدین۔ صالحین اور آخر میں محسنین کے الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے۔ اب فرمایا جاوے۔ جب آپ کا خدا آپ کا رسول اور آپ کا قرآن نصاریٰ کو مخالفت اسلام کی تعمیم سے اس تخصیص کے ساتھ علیحدہ کر دیتا ہو اور اُن کے اقوال و اعمال کے اعتبار سے اُنھیں حصول نعمات جنّات کا مستحق بتلاتا ہو اور انھیں اوصاف کی وجہ سے اُنھیں دائرہ محسنین میں شمار کئے جانے کے قابل تجویز فرماتا ہو۔ تو آپ (مفتی صاحب) اُنھیں سے نفرت۔ مخالفت۔ بیزاری قطع

تعلق اور بے سرو کاری کی تعلیم مسلمانوں کو کیسے دے سکتے ہیں۔ اور آپ کا یہ طریقہ تعلیم و تلقین کیسے قرآن مبین اور شرع متین کے مطابق سمجھا جائے گا۔ بلکہ ہر فرد بشر صورت حال کو دیکھکر یہی کہے گا ع

ایں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

اب ناظرین کتاب۔ اس آیہ وافی ہدایہ کے اسباب نزول بھی ملاحظہ فرمالیں۔ حافظ صاحب اپنے مترجم قرآن کے حاشیہ پر اس کی شان نزول میں رقمطراز ہیں۔

"یہ آیتیں نجاشی بادشاہ حبشہ اور اس کے درباریوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو نصاری تھے۔ بات یہ ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے اسلام کی منادی شروع کی تو قریش جو پیغمبر صاحب کے قبیلے کے لوگ تھے سخت برہم ہوئے۔ اس لئے کہ اسلام کی منادی سے اُن کے دین آبائی میں خلل پڑتا تھا۔ پہلے تو اُنھوں نے ڈرانے دھمکانے سے چاہا کہ بات دب جائے۔ مگر پیغمبر صاحب برابر وعظ فرماتے رہے اور لوگ بھی ایک ایک دو دو کرکے اسلام لاتے گئے۔ تو قریش نے دوسرے قبیلوں کو اُبھارا اور اُکسایا اور مسلمانوں کو سب نے مل کر طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کر دیں۔ پیغمبر صاحب تو اپنے چچا ابی طالب کی حمایت میں تھے اور از بسکہ ابی طالب رؤسائے قریش میں تھے۔ مخالفین اس لئے پیغمبر صاحب کا تو کچھ نہ کر سکے مگر دوسرے مسلمانوں کو بڑی مشکل تھی اور پیغمبر صاحب اتنی قوت نہیں رکھتے تھے کہ ان کی بھی حفاظت کریں ناچار آپ نے مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ نجاشی بادشاہ حبشہ۔ نیکدل۔ منصف مزاج اور رعیت پرور ہے۔ اس کی پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ اوّل بار گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشہ میں جا کر پناہ لی۔ اور یہ پہلی ہجرت کہلائی۔ اس گروہ میں جناب پیغمبر صاحب کی صاحبزادی حضرت رُقیہ اور اُن کے شوہر حضرت عثمان ابن عفّان رضی اللہ عنہ اور جناب

پیغمبر خدا صلعم کے پھوپی زاد بھائی زبیر ابن العوام بھی تھے۔ پھر دوسرے قافلے میں پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالب دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے ساتھ حبشہ پہونچے۔ یہاں تک کہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ بیاسی مہاجر حبشہ میں جمع ہوگئے۔ وہاں بھی قریش نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور نجاشی سے جا چغلیاں لگائیں کہ یہ بے دین ہیں اور ہمارے ملک میں فساد برپا کرنے آئے ہیں اور تمہارے حضرت عیسیٰ کے بھی قایل نہیں اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا۔ جعفر سب کے وکیل بنے۔ اور انھوں نے قرآن کی سورتیں اور خاصکر سورۂ مریم سناکر اپنے عقاید نجاشی پر ظاہر کئے اور وہ اور اس کے درباری سب قرآن سن کر رو دیئے۔ اور اسلام کی صداقت کے معتقد ہوگئے۔ اور نجاشی آخیر میں اسلام لایا۔ حمائل مترجم ص ۱۹۳-۱۹۴ (حاشیہ)

اب تو ان آیات قرآنی کا ترجمہ ان کے معانی اور ان کی شان نزول ایک ایک کرکے سب معلوم ہوگئی۔ شان نزول صاف صاف بتلا رہی ہے کہ اسلام کے ایسے نشو ونما کے وقت جب سلطان رسالت ؐ نے معدودے چند مسلمانوں کی غریب جانوں کی حفاظت کثیر التعداد مشرکین قریش کے ہاتھوں کسی طرح ممکن نہیں دیکھی تو ایک عیسائی حکومت کے انصاف مزاجی نیکدلی اور رعیت پروری پر پورا اعتماد کرکے اپنے معتقدین کی قلیل جماعت کیا۔ اپنی صاحبزادی اور ان کے شوہر اپنے پھوپی زاد بھائی کو اس کی حمایت اور انصاف والطاف کی نگرانی کے سپرد کر دیا۔ پھر اس کے بعد مسلمانوں کی اس سے بھی وہ چند اور سہ چند جماعت جس میں آپ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالب ؓ بھی شامل تھے اسی عیسائی حکومت کے ظل عاطفت میں پناہ گزیں ہونے کے لئے رخصت کر دی گئی۔ اس وقت تک نجاشی مسلمان بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس نے اپنی فطرتی اخلاق واشفاق کے تقاضہ سے باوجود اس وقت تک مخالف اسلام ہونے کے بھی اور مشرکین قریش کی چغلیاں سننے کے بھی غربت دیدہ اور آفت رسیدہ

مسلمانوں کی حمایت وحفاظت سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ اور قریش کا وفد مسلمانوں کے خلاف اُس کے اُبھارنے میں لاکھ سر مارا کیا۔ لیکن اُس منصف مزاج۔ نیکدل اور رعیت پرور عیسائی حکمران نے اُن کی ایک بھی نہ سُنی اور مسلمانوں کو اپنی حفاظت ونگرانی میں لے لیا۔ اور ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے اُن کا ایک بال بھی بیکا نہ ہونے دیا۔

یہ واقعات ایسے متواتر مشہور اور معروف ہیں کہ اسلام کی تمام چھوٹی بڑی تفسیر حدیث اور سیر و تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے مرقوم ہیں۔ زمانہ حال کے بہت بڑے محقق شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے اپنی تالیف جدید۔ سیرۃ النبی میں ان واقعات کو کافی تفصیل سے تحریر فرمایا ہے۔ ومن شاء فلیرجع الیہا۔ اب فرمایا جائے۔ اگر مسلمانوں میں حقیقتاً۔ احسان مندی۔ انصاف اور منت گزاری کے کچھ بھی احساس باقی ہیں تو وہ اپنے ایسے نازک اور سخت مصیبت کے وقت میں عیسائیوں کے ایسے قدیم احسان عمیم الطاف اور عظیم اخلاق کو یاد کریں کہ ایک عیسائی حکمران سلطنت اُن کے ایسے بُرے وقت میں کیسا کام آیا ہے۔ جب اُن کی حمایت ہمدردی اور اخوت کا پاس ولحاظ اُن کے قبیلے اور عشیرہ کے خاص بھائی بندوں نے بھی نہیں کیا اور اُلٹے اُن کی جان لینے اور خون بہا دینے پر تیار ہو گئے کیا مسلمانوں کو معلّم اسلام علیہ السلام نے ھل جزآء الاحسان الا الاحسان (احسان کا بدلہ احسان ہے) اور من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (جو شخص انسان کا منت گزار نہیں ہوتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا) کے یہی معنی بتلائے ہیں اور معاذ اللہ۔ فرما دیا ہے کہ کسی کے احسان اور اشفاق اور مہربانی کے عوض میں اُن سے بیزاری۔ نفرت اور ترک موالات اختیار کی جائے۔ اور خصوصاً ایسی حالت میں جب اُدہی مذہب وملت کے وہی لوگ ایک مدت تک اُن کے حکمراں رہکر اُن کے ساتھ ہزاروں قسم کے احسان والطاف کر چکے ہوں۔ واقعات پر حقیقت کی نظر رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ عیسائیوں کے ان قدیم احسان اور الطاف پر نظر کر کے جناب باری عزاسمہ نے آیت مندرجہ بالا میں۔ عیسائیوں کو باوجودیکہ یہ قبول

اسلام سے علیٰحدہ ضرور ہیں۔ یہودیوں۔ منافقوں اور مشرکوں سے تشخیص و تخصیص کرکے جدا کردیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ یہود مدینہ اور مشرکین مکہ مخالفت اسلام میں ان لوگوں سے کہیں زیادہ شدید ہیں اور اُن کے برعکس عیسائی مسلمانوں کے ساتھ محبت اور خیال ہمدردی میں زیادہ قریب۔ چنانچہ اسی فرمان الٰہی کے مطابق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے احسان والطاف کے معاوضہ میں۔ ان کے معاملات پیش ہونے کے وقت کمال رعایت اور شفقت کا اظہار فرماکر اپنا خلق عظیم اور لطف عمیم دکھلایا۔ جیسا کہ بہت جلد سلسلۂ بیان سے ظاہر ہوگا۔

ساتویں آیت۔ لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا ابناءھم واخوانھم اوعشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنات تجری من تحتھا الانہار خالدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ۝

نہیں پاؤگے تم کسی قوم کو جو یقین رکھتی ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر کہ دوستی کرے اُن سے جنھوں نے مقابلہ کیا اللہ کا اور اُس کے رسول کا اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے۔ بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہوں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور اپنی رُوح سے اُن کی مدد فرمائی اور اُن کو داخل کریا باغ بہشت میں۔ جس نیچے نہریں بہتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ لہذا اللہ اُن سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔ یہ جماعت ہے اللہ کی۔ یاد رکھو اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے

اس آیت میں بھی مفتی صاحب متوفی نے نہایت ہی شرمناک تحریف اور فریب دہی سے کام لیا ہے۔ اور عبارت قرآنی کے بیچوں بیچ سے مندرجہ بالا عبارت کو نکال کر لکھدیا ہے۔ صرف اسی خودغرضی اور نفسانیت سے کہ اصل حقیقت اور سیاق عبارت کچھ بھی نہ معلوم ہونے پاوے اور نہ یہ ظاہر ہو کہ ان آیات میں کس قوم وملت کے لوگوں سے مُراد ہے۔ اور حقیقتاً کن لوگوں کی

دوستی اور اتحاد سے منع کیا گیا ہے اور جن کی طرف خطاب کیا گیا ہے وہ کس فرقہ خاص کے لوگ ہیں۔ آپ تو اپنے کیے کرائے کی گئی گزری سزاؤں کے غم و غصہ میں عیسائیوں پر خار اور اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ کسی کا خطاب ہو اور کسی کی شرارت مفسدے اور برائیوں کا ذکر و مذکور ہو آپ اُس میں عیسائیوں کو ضرورت لپیٹ لیں گے اور انھیں کو تمام عقاب وعذاب الٰہی کا مستحق سمجھائیں گے + بریں عقل و دانش بباید گریست + اب یہ تمام و کمال عبارت قرآنی جس میں آپ نے یتولیکہ ع اصلاح میدہی خط پروردگار را - قطع و برید کی ہے۔ ذیل میں مع ترجمہ ملاحظہ فرمائی جائے۔

الم تر الی الذین تولّوا قوما غضب الله علیهم ما هم منکم ولا منهم ویحلفون علی الکذب وهم یعلمون اعدّ الله لهم عذابا شدیدا انهم ساء ما کانوا یعملون اتخذوا ایمانهم جنة فصدوا عن سبیل الله فلهم عذاب مهین لن تغنی عنهم اموالهم ولا اولادهم من الله شیئا اولئك اصحاب النار هم فیها خالدون یوم یبعثهم الله جمیعا فیحلفون له کما یحلفون لکم ویحسبون انهم علی شیء الا انهم هم الکاذبون استحوذ

(اے پیغمبر) کیا تم نے اُن (منافقوں) کے حال پر نظر نہیں کی جنھوں نے ایسے لوگوں سے دوستی لگائی جن پر خدا کا غضب ہو تو نہ اب یہ لوگ تم ہی میں رہے اور نہ اُن ہی میں اور باوجودیکہ وہ جانتے (بوجھتے) ہیں۔ پھر بھی (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں۔ اُن کے لیے خدا نے عذاب سخت تیار کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ بہت ہی بُرا کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے رہتے ہیں۔ تو ان کو ذلّت کا عذاب ہونا ہے اللہ کے ہاں (تو) ان کے مال (ہی) ان کے کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد ہی (ان کے کچھ کام آئے گی) یہ دوزخی لوگ ہیں کہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کے (جلا) اُٹھائے گا تو یہ اُس کے (آگے بھی) قسمیں کھائیں گے جیسے تم مسلمانوں کے آگے قسمیں کھایا کرتے ہیں۔ سنو جی! یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں شیطان ان پر غالب آگیا ہے اور اُس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی ہے۔ یہ (ایک) شیطانی گروہ ہے۔ سنو جی! شیطانی

عليهم الشيطن فانسٰهم ذكر الله اولئك حزب الشيطان الا ان حزب الشيطان هم الخسرون ان الذين يحادون الله ورسوله اولئك في الاذلين كتب الله لاغلبن انا ورسلي ان الله قوي عزيز لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الاخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا اباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم اولئك كتب في قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه ويدخلهم جنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها رضي الله عنه ورضوا عنه اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون ؕ

گروہ ہی (آخرکار) برباد ہوگا۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں (آخرکار) وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہوں گے۔ خدا تو یہ لکھ چکا ہے کہ ہم اور ہمارے پیغمبر ضرور (کافروں پر) غالب آکر رہیں گے بیشک اللہ زور آور اور زبردست ہے (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ اور روز آخرت کا یقین کرتے ہیں اُن کو تو تم نہ دیکھو گے کہ خدا اور اُس کے رسول کے مخالفوں کے ساتھ دوستی رکھیں گو وہ اُن کے باپ یا اُن کے بیٹے۔ یا اُن کے بھائی یا اُن کے کنبے میں کے کیوں نہ ہوں یہی (وہ پکے مسلمان ہیں) ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضان غیبی سے اُن کی تائید کی ہے اور وہ اُن کو (بہشت کے ایسے) باغوں میں لے جا داخل کرے گا جن کے تلے نہریں (پڑی) بھری ہوں گی۔ اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) اُن ہی میں رہیں گے خدا اُن سے خوش اور وہ خدا سے خوش۔ یہ خدائی گروہ ہے۔ سنو جی! خدائی گروہ ہی (آخرکار) فلاح پائے گا

حمائل مترجم ص ۸۶۹ سطر ۷ تا ص ۸۷۱ سطر ۴۔

اب قرآن مجید کی مندرجہ بالا پوری عبارت سے معلوم ہوگیا کہ اس تمام عبارت ربانی اور آیات قرآنی میں جس میں سے مفتی صاحب نے اپنے مفید مطلب سمجھ کر صرف نیچے کا ٹکڑا اپنے مطبوعہ فتوے میں۔ خبر بے مبتدا کی طرح قلمبند فرمایا ہے۔ خطاب مخصوص

گروہ منافقین سے ہی۔ اور منافقین کا خطاب جناب باری عز اسمہ نے گروہ شیطانی دے رکھا ہی۔ اب یہ گروہ منافقین یا شیطانی گروہ کس قوم اور فرقے کے لوگوں کو کہتے ہیں ہم منافقین کی تعریف تیسری آیت کی تنقید و تشریح میں پوری تفصیل سے کرائے ہیں وہی کافی ہی۔ مگر ناظرین کے مزید اطمینان اور اپنے ثبوت بیان کے لئے۔ ہم ان آیات کے اصلی اسباب نزول کو ذیل میں لکھے دیتے ہیں جس سے ان تمام حالات اور اصل واقعات کا پورا پورا انکشاف ہو جاتا ہی۔ حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی اپنے مترجم قرآن میں ان آیات مبارکہ کی شان نزول میں یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں۔

"مدینہ سے چار پانچ کوس کے فاصلہ پر یہودیوں کی ایک قوم آباد تھی اور وہ بنی نضیر کہلاتی تھی مسلمانوں سے اُن کی صلح تھی۔ مگر وہ در پردہ کفار مکہ سے سازش رکھتے تھے۔ اور ایک بار انھوں نے پیغمبر صاحب کے مار ڈالنے کا بھی قصد کیا تھا۔ آپ ایک دیوار کے نیچے بیٹھے باتیں کر رہے تھے تاکہ اوپر سے چکی گرانی چاہی۔ یہاں تک نوبت پہونچی تو پیغمبر صاحب نے انھیں جا گھیرا۔ وہ بہت سر ٹپٹائے اور آخر یہ بات ٹھہری کہ یہ لوگ گھر بار چھوڑ کر ملک شام میں چلے جائیں۔ چنانچہ مال و متاع تختہ کواڑ وغیرہ جتنا لے جاتے بن پڑا۔ لے گئے اسی موقع پر ان لوگوں کے کچھ کھجور کے درخت بھی کٹوا دیئے گئے تھے۔ تاکہ یہ لوگ جلد فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں۔ ان آیتوں میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہی۔"

اب تو ارباب انصاف اور اصحاب عقل و ادراک نے اس واقعہ کے متعلق تمام و کمال عبارت قرآنی۔ اُس کی شرح و معانی اور شان نزول بھی ملاحظہ فرمائی۔ مفتی صاحب کی قرآن خوانی اور تفسیر دانی کا کیا کہنا۔ اُن کے سوا وہ کون فرد بشر ہوگا جو ان تمام حالات و واقعات کو پڑھکر۔ ان خطاب و عذاب الٰہی کا مستحق اور مخاطب۔ مدینہ کے یہودی قبیلہ بنی نضیر کی

جگہ انگلینڈ کے عیسائیوں کو قرار دے گا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؎

کار ہم افتادہ است با یارے کہ از عیارگی

برہمن بیچارہ می بندد گناہ خویش را

ذرہ بلگرامی

آٹھویں آیت۔ یا یھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق ؕ

اے ایمان والو۔ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا رفیق نہ بناؤ پیغام بھیجتے ہو تم اُن کی طرف دوستی کا حالانکہ وہ منکر ہوئے ہیں اُس سچائی سے جو تمہارے پاس پہنچی ہے

اس آیت کے استدلال میں بھی۔ مرحوم محمود الحسن صاحب نے وہی۔ احمد کی پگڑی محمود کے سر باندھی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مفتی صاحب متوفی قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ چاہے کسی کی بُرائی کسی کی لعنت ملامت ہو وہ اُسے خواہ مخواہ عیسائیوں کے سر لگائیں گے ؎

خدنگ یار ہوں یا ہوں رقیب کے طعنے

نشانہ ہوں گے ہمیں تیر جس کماں سے چلے

مندرجہ بالا آیتوں میں تو خیر آپ نے اپنی غلط فہمی سے۔ یا خود غرضی سے۔ دیگر مخالف اسلام اقوام کی برائیوں کو عیسائیوں کے سر تھوپنا چاہا تھا۔ اس آیت میں تو آپ نے ایسی صریح غلط بیانی اختیار فرمائی ہے کہ اُس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس آیت میں ایک صحابی مہاجر اور دیندار مسلمان مشرکین مکہ سے سازش کی خطائے ناگہانی کے واقعہ کو نہایت دلیریوں سے عیسائیوں کی ترک موالاۃ کا ثبوت بتلایا ہے استغفر اللہ ربی واتوب الیہ۔ اب ملاحظہ فرمایئے اس کی شان نزول اور اس کا پورا قصہ۔ آپ کے حافظ صاحب اس کے اسباب نزول میں اپنے مترجم قرآن کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"پیغمبر صاحب نے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اور اس کو مصلحتاً چھپایا۔ لیکن حاطب ابن ابی بلتعہ ایک صحابی تھے مہاجر اور اُن کے اہل وعیال مکہ میں تھے

وہ اُن کی پرداخت کی لالچ سے اہل مکہ کے ساتھ سازش رکھتے تھے اُن کو جو پیغمبر صاحب کا ارادہ معلوم ہوا تو مسلمانوں کی بُرائی یا مخالفوں کی بھلائی کے لیئے نہیں بلکہ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لیئے اُنھوں نے اہل مکہ کو لکھ بھیجا۔ پیغمبر صاحب پر یہ حال خدا نے منکشف کیا تو اُن کا خط رستہ سے پکڑ دا منگایا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے جو بات سچ تھی کہدی۔ حمائل مترجم ص۴۸۸ (حاشیہ)

اب اس واقعہ کا پورا قصہ اپنے دوسرے شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی کی زبانی سن لیجئے:

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ کی تیاریاں کیں۔ اتحادی قبائل کے پاس قاصد بھیجے کہ تیار ہو کر آئیں۔ احتیاط کی گئی کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے حاطب ابن ابی بلتعہ ایک معزز صحابی تھے۔ اُنھوں نے قریش کو مخفی لکھ بھیجا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس واقعہ کی خبر لگ گئی۔ حضرت علی کو بھیجا کہ قاصد سے خط چھین لائیں۔ خط آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش ہوا تو تمام لوگوں کو حالات کے افشائے راز پر حیرت ہوئی۔ حضرت عمر بیتاب ہو گئے اور عرض کی حکم ہو تو ان کی گردن اُڑا دوں۔ لیکن جبین رحمت پر شکن نہ تھی۔ ارشاد ہوا عمر تم کو کیا معلوم ہے۔ ممکن ہے کہ خدا نے اہلِ بدر کو مخاطب کر کے کہدیا ہو کہ تم سے کچھ مواخذہ نہیں ہے۔ حاطب کے عزیز و اقارب ابھی تک مکہ میں تھے۔ اور اُن کا کوئی حامی نہ تھا۔ اس لئے انھوں نے قریش پر احسان رکھنا چاہا کہ اُس کے صلے میں اُن کے عزیزوں کو ضرر نہ پہنچائیں۔ انھوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے یہی عذر پیش کیا۔ اور آنحضرت صلعم نے قبول فرمایا۔ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص۲۷۵ باسناد صحیح بخاری و شرح صحیح بخاری

حافظ ابن حجر و تاریخ طبری۔
قرآن. اُس کی تفسیر کتب حدیث و تاریخ تو بتلائیں کہ اس آیہ واقی ہدایہ میں ایک مرد مسلمان دیندار صحابی رسول مختار۔ مہاجر اور شریک بدر کی بمقتضائے بشریت ایک لغزش اور خطا پر خداوند عالم کی طرف سے ہدایت اور تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ آپ اُس کو انگریزوں سے ترک موالاۃ کرنے کی مثال بنائیں۔ اور ایک معزز صحابی کی خطا کو طشت از بام اور مشہور خاص و عام کر کے اپنا استدلال قایم کریں ع

ما از چراغ خویش در خانہ سوختیم

اُس غریب صحابی نے کفار مکہ سے سازش کی تھی نہ عیسائیوں سے۔ پھر مثال میں مطابقت کیسے ہوئی۔ سب سے زیادہ شرمناک اثر اس مثال کا غیر مذہب والوں پر پڑے گا جو ان واقعات کو معلوم کر کے صحابہ اور دیگر اہل اسلام کے طرز عمل پر جرح و قدح کے لئے جری اور قوی ہو جائیں گے۔ بہرحال اس آیہ سے بھی آپ کا کچھ مطلب نہ نکلا۔

بہرحال۔ اتنا لکھکر ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ مندرجہ فتویٰ مطبوعہ کی اس وقت تک آٹھ آیتوں پر جن کو مفتی صاحب نے ترک موالاۃ کی تائید میں پیش کیا ہے حقیقت حال کی صاف روشنی ڈالی ہے اور اُن کے اصلی مخاطب حقیقی مفہوم اور سچے معانیوں کو معتبر اسناد سے بتلایا ہے۔ اور یہ دکھلایا ہے کہ ان تمام پیش کردہ آیتوں میں ایک آیت بھی پورے طور سے مفتی صاحب کے مدعا اور ضرورت کے لئے مفید نہیں ثابت ہوتی جیسا کہ اوپر بتفصیل بیان کر دیا گیا۔ واضح رہے کہ پہلی پانچویں اور چھٹی آیتیں سب کی سب سورۂ مائدہ میں واقع ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان آیتوں میں جناب باری عز اسمہ نے مخالف مذہب قوموں کے اُس طریقہ اور رویہ کو جو وہ اسلام کے ساتھ برتتی تھیں۔ مسلمانوں کو دکھلایا ہے اور ان کے مفسدوں سے بچنے کے لئے متنبہ فرمایا ہے۔ مگر مفتی صاحب کی مخالفانہ تحقیق ساری دُنیا کی تحقیق سے علحدہ ہے۔ آپ اپنے ذاتی غم و غصہ اور اُن شکایتوں کی وجہ سے جو فی الحال آپ کو

انگریزوں سے لاحق ہے۔ جو تعلیم آپ عیسائیوں کے خلاف عام اہل اسلام کو دینا چاہتے ہیں۔ وہ اگر آپ کی ذاتی رائے ہے اور خاص مختار۔ تو آپ کو اختیار ہے۔ آپ اُسے اتنا ہی اور ایسا ہی سمجھیں اور لوگوں کو سمجھائیں اور اُن سے انگریزوں کی شکایتوں کا استغاثہ کریں۔ مگر خدا کے واسطے اس اپنے خاص مختار اور رائے کو خدا کا فرمان رسول کا حکم اُس کی کتاب کا نصاب اور اُس کا عین مدعا اور منشا و عام مسلمانوں کو کیوں بتلائیں اور آخر نتیجہ میں مرگ انبوہ جشنے دارد کا مضمون سمجھکر آپ تو آپ اپنے ساتھ تمام مسلمانوں کی غریب جانوں کو تہلکہ میں کیوں ڈالیں جس کا تجربہ مرحوم کو ایک مرتبہ اپنی زندگی میں ہو بھی چکا ہے۔

اب دیکھئے۔ ایک ایسا دیندار مسلمان جو آپ کی طرح نہ غم و غصہ کی حالت میں مبتلا ہے اور نہ خود غرضی اور ذاتی انتقام کی ضرورتوں میں گرفتار وہ نیک نیتی کے اصول پر ان آیات کے اصلی اور حقیقی معنوں اُن کی شان نزول اور ضرورت تعلیم و تنبیہ کیسے نیک نیتی اور صاف صاف لفظوں میں بتلاتا ہے اور سمجھاتا ہے۔ قوم و ملت کے مشہور نزدیک و دور عالم مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی۔ ان آیات کی تشریح و توضیح کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ اُن کی بجنسہ اور بلاصلہ عبارت ناظرین کے ملاحظہ اور مشاہدہ کے لئے ذیل میں نقل کی جاتی ہے:-

---

پیغمبر صاحب نے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم کرکے مسلمانوں کی ایک نئی جماعت بنائی۔ اور از بسکہ اسلام میں بڑے شد و مد کے ساتھ عقیدہ توحید کی تائید و تاکید تھی۔ مسلمانوں کے عقائد مذہبی یہود نصاریٰ اور مشرکین عرب کسی سے بھی نہیں ملتے تھے۔ ہر چند پیغمبر صاحب نے ہر طرح کی دلیلوں سے قایل کیا۔ معدودے چند ایمان لائے۔ باقی سارا ملک دشمنی پر کمربستہ ہو گیا۔ جب تک مسلمانوں کا گروہ تھوڑا اور کمزور رہا مخالفوں نے ایذا دہی کا کوئی دقیقہ

اُٹھا نہ رکھا۔ مسلمان اِس پر بھی صبر اور درگزر کرتے اور نرمی اور ملایمت
سے سمجھاتے رہے۔ مگر لاتوں کے بھوت باتوں سے کب ماننے والے تھے
آخر اتنے میں مسلمان بھی قوت پکڑ گئے اور جواب ترکی بہ ترکی دینے لگے۔
غرض لڑائی ٹھن گئی۔ اور جیسا قاعدہ ہے اُس کا سلسلہ سالہا سال جاری
رہا۔ ظاہر بات یہ ہے کہ جب دو گروہوں میں لڑائی ہو رہی ہو۔ اور لڑائی
بھی زبانی تو تو میں میں نہیں۔ تیر تلوار کی لڑائی۔ یعنی ایک دوسرے کی جان کا
خواہاں۔ ایسی حالت میں ایک گروہ کے آدمی کو دوسرے گروہ کے آدمی سے
دوستی رکھنا اپنے گروہ کی تباہی کے درپے ہونا ہے۔ پس یہود و نصاریٰ
سے دوستی نہ رکھنے کا حکم اُسی وقت خاص اور خاص حالت کے لئے تھا۔ یہ
ایک طرح کے فوجی انتظام ہیں جو ہر ملک اور ہر قوم کو کرنے ہی پڑتے ہیں
اور دُنیا کے جھگڑے لڑائیوں سے متعلق ہیں۔ رہی مذہبی دشمنی یعنی اختلاف
عقائد۔ وہ بالکل دوسری بات ہے اور اُن کو دُنیاوی معاملات میں دخل
دینے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اٹھائیسویں پارے میں سورۂ ممتحنہ میں ان باتوں
کی خوب صراحت ہے (حاطب ابن ابی بلتعہ کا واقعہ) اُس کو دیکھنا چاہیئے
ہم ہندوستان کے مسلمان کس گنتی میں ہیں۔ اب تو نصاریٰ کا اقبال ایسا
بر سرِ عروج ہے کہ سلطان روم شاہ فارس اور امیر کابل کو بھی چار و ناچار
ان کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہے۔ حمائل مترجم ص ۱۸۵ - ۱۸۶ (حاشیہ)

ہم نے فتوے کی اُن تمام آیتوں کی پوری حقیقت حال ناظرین کے سامنے پیش کر دی اور دکھلا دی جس میں ملاحظہ فرما لیا گیا کہ فتوے کی آٹھ آیتوں میں سے چھ آیتیں تو ایسی ہیں جن کے مفہوم مقصود اور نزول کے اسباب کو نصاریٰ سے کسی قسم کا کوئی تعلق اور سروکار نہیں ہے یہ خالصاً اور قاطعتاً یہود مدینہ اور مشرکان مکہ کے مفسدے شرارت اور مخالفت اسلام

کے اظہار حقیقت میں نازل ہوئی ہیں جس میں سے آخری آیت اور فتوے کی آٹھویں تو ایک غریب صحابی کی۔ جو مہاجر بھی ہے اور بدری بھی خطا و لغزش بمقتضائے بشریت بتلاتی ہے۔ سورۂ مائدہ کی صرف دو آیتیں جن میں سے ایک میں تو نصاریٰ کا لفظ صریح موجود ہے اور دوسری میں عام خطاب کفار سے ہے۔ ان دونوں آیتوں کی حقیقت حال اور اسباب نزول پوری تفصیل کے ساتھ ہم ابھی ابھی شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی کے ایسے محقق مفسر اور مترجم قرآن کی تحریر سے اوپر لکھ آئے ہیں۔ اب مفتی صاحب کی تاویلات کو حافظ صاحب کی تفصیلات سے ملایا جاوے تو ہر شخص جو تھوڑی سی تھوڑی سمجھ بھی رکھتا ہوگا بآسانی سمجھ لے گا اور فیصلہ کرے گا کہ مفتی صاحب نے ان آیتوں کے مفہوم و مقصود کو صرف اپنے ذاتی غصہ و ملال کی وجہ سے۔ محض بے ضرورت۔ صرف عیسائیوں سے عام نفرت پھیلانے کی غرض سے۔ مسلمانوں کو ایک غلط طریقہ سے بتلایا ہے۔ اور جو امور احکام کہ ان آیتوں میں محض اُس وقت کی ضرورت جنگ اور حریف سے مقابلہ کے وقت کی رازداری اور ضروریات انتظام کی وجہوں سے نافذ ہوئے تھے۔ اور جس کو ہر قوم اور ہر ملت کے لوگ آج تک ایسی ضرورتوں کے وقت جاری کرتے رہتے ہیں۔ اُس کو مسلمانوں کے خاص مذہبی عقاید اور دینی واجبات بتلایا اور سمجھایا ہے۔ حالاں کہ حافظ صاحب اپنے صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں بتلا رہے ہیں کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ رکھنے کا حکم اُس وقت خاص اور خاص حالت کے لئے تھا۔ یہ ایک طرح کے فوجی انتظام ہیں۔ جو ہر ملک اور ہر قوم کو کرنے پڑتے ہیں اور دُنیا کے جھگڑے لڑائی سے متعلق ہیں۔ رہی مذہبی دشمنی یعنی اختلاف عقاید۔ وہ بالکل دوسری بات ہے۔ اور اُس کو دُنیاوی معاملات میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مفتی صاحب تو اس کو مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور اُن کا خاص دین قرار دیتے ہیں اور

حافظ صاحب مترجم القرآن اس کو محض دُنیاوی امر۔ اور جنگ و مقابلہ کے وقت کا ایک فوجی حکم ثابت کرتے ہیں جیسا کہ ارباب بصیرت اور اصحاب حقیقت پر اچھی طرح ہویدا او ر آشکار ہو گیا ہے۔ مفتی صاحب نے اجرائے فتوے کے وقت۔ ان آیات سے استدلال فرماتے ہوئے ملکی قومی اور وقتی مصالح پر ذرا بھی نگاہ توجہ مبذول نہیں فرمائی ہے۔ آپ کے برعکس حافظ نذیر احمد صاحب نے مصلحت بینی عاقبت اندیشی اور اسلام کے اخلاقی محاسن رعایات و مدارات کے تمام محامد و اوصاف پر۔ جو بمقابلہ دیگر اقوام و مذاہب کے۔ ابتدا سے آج تک اسلام کے خاص معیار اور فرق مابہ الامتیاز ثابت ہوتے ہیں۔ پوری نظر ڈالی ہے۔ اور ضرورت زمانہ امن پسندی اور قومی اور ملکی مصالح کے موجودہ اور آئندہ تمام پہلوؤں پر غور فرما کر جیسی معتدلانہ اور منصفانہ تعلیم عام اہل اسلام کو دی ہے۔ وہ تمام اسلامی بشارتوں اور الہامی عبارتوں کا لب لباب ہے۔ عین مقصود ہے اور مدعائے خطاب۔ اور یہی وہ اصلی اغراض و مطالب ہیں ان آیات کے جو ایک حافظ صاحب مرحوم پر کیا تمام امن پسند اور کامل العقل اہل اسلام پہلے سے سمجھے ہوئے ہیں۔

بہرحال۔ اتنا لکھکر ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ مفتی صاحب نے یہ آٹھ آیتیں تو اپنے استدلال کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ ان کے علاوہ تین آیتیں اور زیب قلم فرمائی ہیں جن میں سے دو آیتیں موجودہ تحریک ترک موالاۃ کی تائید میں ذیل کی عبارت کے ساتھ تحریر فرمائی ہیں۔

ہمارا فرض صرف اسی قدر ہے کہ ترک موالاۃ کے تحت میں جیسا کہ اُن (انگریزوں) کی مدد کرنا داخل ہے اُسی طرح اُن سے امداد لینا بھی ہے۔ اس لئے آپکے سوال اوّل و دوم کا جواب یہ ہوگا کہ مدارس میں جو امداد گورنمنٹ سے لی جاتی ہے۔

اور جو وظائف طلبہ وغیرہ کو ملتے ہیں وہ سب قابل ترک ہیں۔ اور اس ترک موالاۃ میں طلبہ اپنے والدین کی اجازت کے محتاج نہیں۔ بلکہ اُن کا حق ہے کہ وہ ادب اور تہذیب کے ساتھ

اپنے والدین کو بھی ترک موالات پر مستعد بنائیں۔ اس وقت جو خلجان بعض طلبہ کو پیش آرہا ہے عہد نبوت میں بھی بعض مومنین کو پیش آیا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ رسول اللہ صلعم کفار سے علیحدگی اور قطع تعلق کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اپنے ماں باپ بھائیوں اور اپنے خویش اقارب سے چھوٹ جائیں گے۔ ہماری تجارتیں تباہ ہو جائیں گی۔ ہمارے اموال ضائع ہوں گے اور ہماری بستیاں اُجڑ جائیں گی۔ اس کا جواب حق تعالےٰ نے یہ عنایت فرمایا۔

قل ان کان اباءکم وابناء کم وا اخوانکم وازواجکم وعشیرتکم و اموال ن اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفاسقین ۞

کہدو۔ تمہارے باپ تمہارے بیٹے۔ تمہارے بھائی تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبہ والے اور مال جو تم نے کمایا ہے۔ اور تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو۔ اور مکانات جو تمھیں پسند ہیں اگر یہ سب تم کو خدا اور رسولؐ اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو منتظر رہو کہ لے آئے اللہ اپنے حکم کو اور اللہ دستگیری نہیں کرتا اُس قوم کی جو نافرمان ہیں

دوسری آیت کی تمہید میں یوں رقمطراز ہیں :۔

کہیں دل میں یہ وسوسہ گزرتا ہے کہ اگر یہ تحریکات جو ملک میں پھیل رہے ہیں۔ خدا ناکردہ ناکام ہوئیں اور گورنمنٹ اپنی ضد پر اڑی رہی تو ہم کو سخت ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح کے خیالات اُس زمانہ میں بھی پیش کئے گئے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں سے یقولون نخشی ان تصیبنا دائرۃ یعنی منافقین کہتے ہیں کہ ہمارے دوستانہ تعلقات یہود کے ساتھ اس لئے ہیں کہ زمانہ کی گردش سے کہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارادے میں ناکامیاب ہے

اور یہود غلبہ حاصل کرلیں تو اُس وقت ہمارے لئے مصیبت کا سامنا ہوگا۔ اس کے جواب میں حق تعالےٰ شانہٗ فرماتا ہے۔

عسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ   قریب ہے کہ لے آئے اللہ فتح یا اور کوئی بات اپنے پاس سے پھر

فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسہم نٰدمین   منافقین اُن خیالات پر نادم ہوکر رہجائیں جواُن کے دل میں مکنون ہیں

آپ کی پہلی آیت استدلال کی نسبت عرض ہے کہ آپ نے اس کی غلط تاویل کرنے میں بھی وہی اپنی قدیم روشش «من چہ می سرایم وطنبورہ من چہ می سراید» اختیار کی ہے۔ یہ آیت سورۂ توبہ یا سورہ برائۃ کی ہے۔ غضب خدا کا۔ کہاں مشرکین کعبہ کا فرین مکہ کی حد سے گزری ہوئی اور بالکل غیر متحمل شرارتوں اور ایذا رسانیوں کے مقابلہ میں تمام مسلمانوں کو جہاد و مقاتلہ کا حکم الٰہی دیا جارہا ہے اور پھر اس استقلال و استقامت کی تاکیدوں کے ساتھ کہ جہاد فی سبیل اللہ کی ادا کاریوں کے وقت تم کو اپنی کسی قومی خاندانی مالی اور جانی کسی نقصان اور تاوان کا ذرا بھی خیال اور کچھ بھی پرواہ نہ کرنی ہوگی۔ کہاں آپ اس کو قومی بچوں کو سرکاری مدارس سے مدد لینے اور دینے کی امتناع کے ثبوت اور دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ خدا لگتی آپ ہی فرمائیں کہ آپ کی یہ تمثیل اُن مذہبی اہم مسائل کی ان موجودہ دنیاوی نظام کی تمثیل سے کہیں رتی بھر بھی تطبیق کھاتی ہے۔ اور کوئی جاہل سے جاہل شخص ایک منٹ کرلئے بھی ان واقعات اور اُن کے باہمی موازنات پر نظر ڈال کر آپ کے اس کے مقابلہ کو مناسب اور موزوں سمجھے گا۔ لا واللہ پھر ہم وہی کہیں گے۔ «من چہ می سرایم وطنبورۂ من چہ می سراید»۔ آپ کا مقصد ہے صاف صاف ایک نظام دنیاوی کے خلاف قومی بچوں کو اغیار کی امداد سے روکنا۔ خدا کا مطلب ہے شروع وقت ظہور اسلام میں تمام مسلمانوں کو خالص دینی عقاید اور مذہبی مخالفت کے طریقہ پر مخالف اسلام قوموں سے اُن کی بیحد اور لا انتہا ظلم وستم کے معاوضہ میں اُن سے لڑانا۔ اب آپ ہی دونوں میں مقابلہ کرکے تصفیہ فرمالیں بحقیقت میں آپ کی یہ تاویل وتمثیل تمام تمثیلوں سے زیادہ ذلیل ہے۔ جو غریب طلبہ اور خصوصاً انگریزی خواں طالبعلموں کو

جو بدقسمتی سے اپنے اصول دین وعقاید سے بالکل سادے اور کورے ہوتے ہیں اصل حقیقت کی اطلاع سے باز رکھکر دین تو دین۔ اُن کو تمام دنیاوی ترقیوں اور کامیابیوں سے بھی محروم کر دینے والی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ بیچارے اس حالت تذبذب میں پڑکر
ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ کے مصداق بن جائیں گے۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ کا یہ استدلال بھی بالکل غلط ہے۔ اس آیت میں جو حکم آلٰہی صادر ہوا ہے وہ بھی ایک وقت خاص کے لئے تھا اور ضرورت خاص کی وجہ سے وہ وقت خاص وہ تھا جب ابتدائے اسلام کے ایام میں کفار مکہ اور یہود مدینہ کی مخالف قومیں مسلمانوں کو چاروں طرف سے انواع اقسام کے مصائب پہونچا رہی تھیں۔ اسلام نے خوب خوب صبر کیا۔ مگر جب برداشت کی طاقت نہ رہی تو خدا نے جہاد کرنے کا حکم دیا اور اس میں شک نہیں کہ جب تک جہاد کی ضرورت باقی رہی یہ حکم بھی نفاذ پذیر رہا۔ اب جب وہ ضرورت نہ رہی تو خوامخواہ ترک علایق اختیار کرکے مسلمانوں کی زندگی کو تلخ کرنا عدالت خداوندی کے خلاف اور بعید از انصاف ہوتا۔ اس لئے اس خاص حکم خداوندی کو عام حکم تصوّر کرنا۔ اور اُس کو بے ضرورت اور بے موقع جاری کرنا۔ اُس کی اہانت کرنا ہے اور اُس کی قدر و منزلت سے گرانا۔ اس کے متعلق حافظ نذیر احمد صاحب نے نہایت وضاحت سے تشریح فرمائی ہے جو بلفظہ ذیل میں نقل کیجاتی ہے:-

اس آیت میں شروع میں مسلمانوں کے حق میں بڑی سختی ہے۔ ایک حساب سے اُن کو علائق دُنیا کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کی جماعت بھی نہ قایم ہوتی۔ اور آخر یہی ہوا کہ مسلمان حکم خدا پر

ثابت قدم رہے اور کفار گروہا گروہ مسلمان ہوتے گئے۔ اور مسلمانوں کو بہت
عرصہ تک ترک علائق کی مصیبت نہ اٹھانی ہوئی۔" حمائل مترجم ص۱۳ (حاشیہ)

حافظ صاحب مرحوم کی اس شرح سے پورا پورا عقدہ کھل گیا کہ ترک علائق دنیا کے احکام جہاد کی ضرورت سے تھے۔ اور جہاد اُس وقت اور زمانہ خاص اور محدود تک نفاذ پذیر اور واجب التعمیل تھا جب تک کہ خدا اور رسول صلعم اُس کی ضرورتوں کو سمجھتے تھے۔ اسی لئے حافظ صاحب نے کھل کر آخر میں لکھدیا کہ مسلمانوں کو بہت عرصہ تک ترک علائق کی مصیبت نہ اُٹھانی ہوئی۔ صاف ظاہر ہے کہ تھوڑے دنوں تک اس حکم کی تعمیل مسلمانوں کو کرنی پڑی اور اس لئے تھوڑے زمانہ تک اُن کو تکلیف ہوئی اور پھر نہیں۔ اب مفتی صاحب بتلائیں کہ اس آیت کی محض بے وقت اور بے ضرورت اور بلا مناسبت حال لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ ان کے لکھنے سے تو مخالفین کی طبیعت میں اشتعال پیدا کرنا احکام اسلام کو سخت اور شدید بتلانا ہے۔ اور اسلام با صمصام والے غلط الزام کی کسی قدر تائید کرنا ہے۔ فانظروا فتدبروا۔

اب اپنی دوسری پیش کردہ آیت مندرجہ بالا کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

اے جناب۔ آپ خود شروع ہی سے اپنے بیان میں اس آیت کی شان نزول کو یہود اور مشرکین عرب کے باہمی تعلقات اور سازباز کے بارے میں لکھ رہے ہیں اور اقرار کر رہے ہیں تو پھر مصداق آں کہ سوال از آسمان جواب از ریسمان عیسائیوں کے خاص معاملات میں اس کو مثال استدلال بنانا چہ معنی دارد۔ یہود۔ منافقین مدینہ اور مشرکین مکہ ہیں جس وقت یہ معاملات پیش آرہے تھے اور جناب باری عزاسمہ کو منافقین اور یہود کی خفیہ سازشوں کے اثر سے مسلمانوں کے بچائے رکھنے کی ضرورت ہوئی تھی

توجیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اُس وقت تک کہیں قوم نصاریٰ کا نام نہ حجاز (مکہ) میں تھا نہ یثرب (مدینہ) میں۔ اُس وقت تک ان کی نہ معاملت پیش ہوئی تھی۔ نہ مخالفت بلکہ اگر تحقیق کی گہری نظر ڈالی جائے۔ جیسا کہ ہم اوپر دکھلا آئے ہیں اور تاریخیں بھی ثابت کر رہی ہیں تو واقعات ہجرت حبشہ سے لے کر اب تک اسلام کے ساتھ عیسائیوں کی موالات اور رعایات ثابت ہوتے ہیں نہ مخالفت اور نہ مخاصمت۔ کیوں کہ یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے اور فتح مکہ سے قبل کی۔ اور فتح مکہ ہوئی ہے ۸ھ ہجری میں اور عیسائیوں کی پہلی وفد ۹ھ ہجری میں دربار رسالت میں پہونچی ہے۔ اس لئے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ جن سے نہ ابھی دید ہی نہ شنید اسلام اور اس کے ایسے سخت احکام میں پہلے ہی سے داخل ہیں۔

بہرحال۔ صورت حال اور روئداد واقعات کے خلاف مفتی صاحب ان آیتوں کی غلط تاویل بیان کر کے انگریزوں پر اپنا غصہ نکال رہے ہیں اور اپنی مصیبت دوسروں کے سر ڈال رہے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو انگریزوں سے مقابلہ و مجادلہ کا حکم عام دے رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی عبارت مندرجہ فتویٰ ص ۶ سے ظاہر ہے۔

> "پس اے میرے عزیزو۔ تم اللہ پر بھروسا کر کے اور اس کی رسی کو مضبوط تھام کر اپنے عزم پر قائم رہو اور موالاۃ نصاریٰ ترک کر دو اور اپنی استطاعت کے موافق جو خدمتگزاری اسلام اور اہل اسلام کی کر سکتے ہو اُس سے درگزر نہ کرو کہ اب وقت درگزر کا نہیں۔"

جناب والا ع زباں سے مار اچھری سے نہ گر حلال کیا۔ آپ اپنے اس اعلان میں کہ اپنی استطاعت کے موافق جو خدمتگزاری اسلام اور اہلِ اسلام کی کر سکتے ہو اُس سے

درگذر نہ کرو کہ اب وقت درگذر کا نہیں ہیں پیچھے ڈھکیلے۔ ترک موالاۃ۔ اجرائے جہاد سب کا حکم تو دے چکے۔ رد کیا گیا۔ ابتدا ہے ترک موالاۃ سے خاتمہ ہو جہاد پر عرب کی ضرب المثل مشہور ہے آخر الحیل السیف۔ تمام حیلوں کی آخر تلوار ہے۔ اور اس کا ثبوت اس سے ظاہر ہو کہ آپ نے اپنے اس اعلان کا استدلال ہیں وہ آیت قرآن پیش کی ہے جو مسئلہ جہاد کو نہایت سختیوں کے ساتھ مسلمانوں کے لئے واجب التعمیل بتلاتی ہے۔

اور سنیئے۔ یک نہ شد دو شد۔ اس کے آگے تحریر فرمایا جاتا ہے۔

حسن اتفاق سے اس وقت ہندوستان کی سب سے بڑی کثیر التعداد قوم (ہنود) کا مطمح نظر بھی تمہاری ہمدردی اور واقعات پنجاب اور خواہش سلف گورنمنٹ کی وجہ سے ترک موالاۃ مع النصاریٰ ہے۔ اور ابھی ابھی حال میں سنا گیا ہے کہ سکھ لیگ نے بھی یہی فیصلہ کر لیا ہے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ ص ۶۔ ۷

آپ کی اس عبارت کو پڑھکر جو مسلمان دیندار اور پابند شریعت ہوگا اسلام کے سچے معانی اور حقیقت کا جاننے والا بانی اسلام علیہ السلام کی امن پسندی۔ صلح عام اور سلامت روی کی مقدس تعلیموں کا پہچاننے والا۔ وہ تو عبارت استفتا کو فتوے نہ کہے گا بلکہ عوام کالانعام کا اغوا یا بازاری اشتہار بلوا۔ اس عبارت سے نہ عالم کی شان ہویدا ہے نہ مفتی کی عظمت و اقتدار آشکارا ہے۔ اس سے تو صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سخت پولیٹکل ایجیٹیٹر۔ یا تند مزاج انارکسٹ اپنی قوم و ملت کے لوگوں کو دوسری ایجیٹیٹر قوموں کے طرز عمل کے نمونے دکھلا کر حکومت موجودہ کے خلاف

اُبھارنے کی سخت ترغیب دے رہا ہے۔ آپ کی اس تحریر کو دیکھکر کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ آپ کسی دینی فرائض اور مذہبی عملیات واجبات کی تعمیل کے لئے اپنی قوم کو دعوت دے رہے ہیں اور اسلامی شریعت کے عالم ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں۔ بلکہ ان امور کے برعکس آپ کے اس فتوے میں تو ملکی نظام اور خاص اشخاص دنیاوی امور کے مطالبات موجودہ حکومت سے حاصل کرنے کی شورش انگیز صلاح و تدبیر اپنی قوم و ملت کے لوگوں کو بتلا رہے ہیں۔ اگر اپنی خاص ضرورتوں اور مجبوریوں سے آپ نے اس طریقہ کو اپنا مختار بنا یا ہے تو بہتر ہے اسے اپنی ہی ذات تک رکھئے۔ دوسروں کو کیوں اس کی تقلید و تعمیل کے لئے مجبور فرمائیں۔ اور اپنے ان خالص دنیاوی امور پر عقاید مذہبی کا کیوں غلاف چڑھائیں آپ اس تحریک کو دنیاوی افادہ اور منافع کے خیال موہوم پر جیسا ضروری سمجھتے ہوں وہ صرف آپ کی رائے ہوگی اور آپ کا خاص حکم مگر آپ اپنے اس حکم خاص کو خدا کا حکم کیسے بتلاتے ہیں۔ ؎

ما عرض نمی کنیم ما را بگذار
کن رحم پئے خدا خدا را بگذار (مؤلف)

اس سے آگے ہندوؤں کے ساتھ موالاۃ اختیار کرنے کی تائید میں یہ آیت قرآنی پیش کی جاتی ہے۔

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم اِنّ اللہ یحب المقسطین۔ انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم و

اللہ نے اُن لوگوں کے متعلق جو دین کے معاملہ میں تم سے نہیں لڑے اور نہ اُنھوں نے تمھیں گھروں سے نکالا۔ اس سے منع نہیں کرتا کہ تم اُن کے ساتھ بھلائی اور منصفانہ سلوک کرو۔ بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہی۔ اللہ تو اُن لوگوں کی دوستی سے روکتا ہی جو تم سے پہلے دین کے معاملہ میں لڑے اور تم کو تمہاری گھروں سے نکالا

ومن یتولھم منکم فاولٰئک   اور تمہاری نکالنے میں امداد پہنچائی۔ اور جو لوگ ان سے دوستی
ھم الظالمون ۝   رکھیں وہی لوگ ظالم ہیں

دیکھئے آپ نے پھر اُسی غریب صحابی کی پُرانی کہانی نکالی اور اُس کی لغزش اور خطائے ناگہانی کا گیا گذرا قصہ اُٹھایا۔ اور اُس کو اپنی تحریک کی تائید میں پیش کیا۔ بار بار عرض کردیا گیا ہے کہ استدلال میں مثال پیش کرتے وقت اُس کی تطبیق اور مناسبت ضروری ہے اور آپ اپنے استدلال میں ہمیشہ بے جوڑ بے قافیہ کے طریقہ سے کام لیتے ہیں اور اپنی پیش کردہ مثال کو کس کا کیا دھر اُس کے سر باندھتے ہیں۔ دیکھئے خداوند عالم اس آیت میں حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کا ذکر خیر فرماتے ہوئے۔ مسلمانوں کو امن پسندی اور صلح عام رکھنے کی کیسی خاص تعلیم دیتا ہے اور آپ کے خواہ مخواہ اپنی ذاتی رنجش کے باعث سے محض مذہب کی آڑ میں کسی سے بگاڑنے اور دنیا کے امن وامان میں فرق ڈالنے کو کس طرح منع فرماتا ہے۔ ہاں اُن لوگوں کے اتحاد و ارتباط سے البتہ روکتا ہے جو مذہبی مخالفت کی بنا پر مسلمانوں سے لڑے اور اُن کو گھروں سے نکالا۔ اور اس نکالنے میں اُن کے دشمنوں کو بھی مدد پہنچائی۔ تو بیشک ایسے لوگ ظالم ہیں۔ اس آیت کے ابتدائی عبارت سے تو آپ کا ظاہراً کچھ بھی مطلب نہیں نکلتا۔ کیونکہ اس سے تو امن پسندی اور صلح عام کی تعلیم مقصود ہے۔ جو آپ کی موجودہ انقلاب پسندی کے طریقوں کے خلاف ہے۔ ہاں۔ آپ اپنے خیال میں اس کی آخر عبارت کو اپنے مطلب کے لئے مفید سمجھے ہیں۔ مگر وہ بھی آپ کے مدعا اور آپ کے اغراض ومقاصد سے کوسوں دور ہے کیونکہ ان نصوص ربانی اور احکام قرآنی کا جو ظاہر مدعا ہے وہ یہ ہے کہ البتہ مسلمانوں کو اُن لوگوں سے اتحاد و مراسم نہیں رکھنے چاہئیں۔ جنھوں نے اُن کے ساتھ اختلاف مذہب کی بنا پر لڑائیاں لڑیں اور مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکالا اور اُن کے گھروں سے نکالنے کے لئے۔ دشمنوں کو مدد پہنچائی۔ کیا ہمارے مفتی صاحب مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کی مذہبی مخالفت کی بنا پر ہندوستان میں لڑائی لڑنا اور اُن کو اُن کے گھروں سے نکالنا

یا دوسروں کو اُن کے گھروں سے نکال دینے میں مدد پہونچانا کسی تاریخ کسی تذکرہ کسی واقعہ
سے ثابت کر سکتے ہیں ؟ قل ھاتو برھانکم ان کنتم صٰدقین - (لاؤ اپنی دلیل
اگر تم (اپنے قول میں) سچے ہو) خوب یاد آیا - کہیں آپ اپنے مالٹا بھیجے جانے کے واقعہ
سے تو تعبیر نہیں فرماتے ؟ خیر جو کچھ ہو - مگر یہ سمجھ لیا جاوے کہ تا وقتیکہ آپ اپنے یا عام
مسلمانوں کے معاملات میں مذہبی اختلاف اور محض دینی مخالفت کی بنا پر انگریزوں کے
لڑنے قتل کرنے اور مسلمانوں کو گھر سے نکالنے اور اُن کے دشمنوں کو اُن کے اخراج
عن دیارھم اور مدد پہونچانے کے مظالم ایک ایک کر کے ثابت نہ کریں گے آپ کا
مطبوعہ فتوے فتوے نہ سمجھا ئے گا - بلکہ اغوے - مفتی صاحب مرحوم کے ذاتی حالات و
واقعات ہم بہت جلد اپنے سلسلہ بیان میں آگے بیان کرتے ہیں - کہیں مہاجرین
پنجاب سے تو مفتی صاحب مرحوم نے اس آیہ کے معنی نہیں نکالے ہیں ؟ تو ایسی حالت
میں بھی ہم عرض کئے دیتے ہیں کہ نیکی برباد گنہ لازم - اصلی واقعات کے جاننے والے
حضرات کی تجویز میں تو مسلمانوں کی یہ خود ایجادی اور نام نہادی ہجرت کے باعث تو مفتی
صاحب ہی کے ایسے بزرگواران قوم و ملت ہوں گے جنھوں نے اپنے مسلمانوں
کو ترک وطن کی صلاح و تدبیر بتلائی ہو گی - حکومت اور اُس کے اعیان اس سے
بالکل بری الذمہ معلوم ہوتے ہیں - اگر ہے تو کوئی گورنمنٹ سرکلر یا پروکلے میشن
دکھلایا جاوے - فما لکم کیف تحکمون (۱)

اچھا ہم تھوڑی دیر کے لئے آپ کی تمام تحریکوں کو خاص الخاص مذہبی اصول
اور دینی عقائد پر قائم اور مبنی سمجھ بھی لیں - تو بھی ہم آپ کی یہ تعریف و تحریک - مشین
بعد از جنگ سے زیادہ وقیع نہیں معلوم ہوتی - کیوں کہ یہ تو ظاہر ہے اور ثابت کہ آپ کی
موجودہ مخالف مذہب سلطنت کم و بیش دو سو برس سے ہندوستان پر حکمراں ہے - اُن کے
آغاز حکومت ہی کے وقت اس حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے مسلمانوں سے کیوں نہ تحریک

فرمائی گئی اور اُسی وقت اس آیہ کے استدلال پر عام جہاد کا اعلان کیوں نہ کیا گیا۔ کیوں کہ اُس وقت بھی یہ عیسائی ویسی ہی تھے جیسے آج۔ اور خدا کے فضل و کرم سے اُس وقت بھی مسلمان وہی مسلمان تھے جو آج اس تحریک و تحریض کے برعکس واقعات تاریخی ثابت کر رہے ہیں کہ اپنے خاص قوم و ملت کے سابق حکمرانوں کے ہزاروں بیجا مظالم و مفاسد کی شکایتوں کے مقابلہ میں ان تازہ وارد قوموں کی مداخلت پر۔ ہندو مسلمانوں نے مل کر ملک کے گوشہ گوشہ سے لبیک اور خوش آمدید کے پرجوش نعرے لگائے۔ اور دو سو برس کی مدت تک سلطنت سابقہ کی بے آئینی کے مقابلہ میں ان کے آئینی طرز حکومت کو رحمت الٰہی اور نعمت لامتناہی سمجھا گئے۔ اب دو سو برس کے بعد آپ کا یہ مردہ خیال باسی کڑھی کا اُبال نہیں سمجھا جائیگا تو اور کیا۔ حضرت سلامت اگر آپ نے اُسی وقت یہ آواز اُٹھائی ہوتی اور تمام ملک میں دُھوم مچائی ہوتی تو شاید کوئی آپ کی اس مالیخولیانہ تحریک۔ کے جواز کا وہم بھی کرتا۔ مگر اب جس سلطنت کی قوت اقبال اور اقتدار کا بقول حافظ نذیر احمد صاحب یہ حال پہونچا ہو کہ شہنشاہ روم۔ کجکلاہ فارس اور امیر کابل کے ایسے فرماں روایان اسلامی اُس کی دوستی کا دم بھرتے ہوں اور اُس کے زیر حمایت اور عاطفت رہنے کے متمنی ہوں اور وہ اپنی موجودہ عظمت و اقتدار کے اعتبار سے۔ شاہان ہفت اقلیم میں بحری اور بری قوتوں کے لحاظ سے اوّل قوت شمار ہوتی ہو۔ اُس سے ہندوستان کی غریب مسلمان رعایا۔ بایں بیدست و پائی اور جہالت گدائی۔ کسی خلاف تحریک یا مقابلہ یا مجادلہ کا قصد کرے تو خدا کے حکم محکم ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے ہاتھ سے تہلکہ میں نہ پڑو) کے خلاف۔ تو اُس کا یہ فعل اپنی صحیح خودکشی کرنا اور کرانا۔ اور دین کی عظمت اور جان کی دولت کو دنیا کی دیوی پر بھینٹ چڑھانا نہیں ہے تو اور کیا۔ آپ ہی فرمائیں۔ ایسی ہی خودکشی اسلام کی جان نثاری اور سرفروشی کہلائیگی اور یہی تضیع جانی شہادت حقہ کی قربانی سمجھی جائیگی۔ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ

اب اس امر کو دوسرے پہلو سے دیکھا جائے۔ ہندوستان کے معاملات سے قطع نظر کرکے
اگر یہ تحریک خاص حکومت ٹرکی کے کمزور اور بے اقتدار کئے جانے پر اٹھائی گئی ہے۔ اور
جیسا کہ آپ حضرات کے تقریرات و تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔ تو جناب والا۔ گربہ کشتن روز
اول۔ ٹرکش گورنمنٹ کے ساتھ دول یورپ کے یہ رویہ اور طریقہ آج کچھ نئے نہیں ہیں۔ بلکہ
ترکو نیوین وار اور عہد نامہ برلن واقعہ ۱۸۷۸ء کے وقت سے آہستہ آہستہ سلطان معظم کی عظمت
و قوت گھٹائی جا رہی تھی۔ اور اقتدار یوماً فیوماً کم کیا جا رہا تھا آپ کی آنکھوں کے سامنے ہی
کیسی کیسی سخت لڑائیاں ہوئیں اور مسلمانوں کو کتنے نقصان جانی اور مالی اٹھانے ہوئے آپ
تو مذہبی مخالفت کی بنا پر ان کو یہ ظلم کرتے ہوئے بتلاتے آئے اور وہ ہمیشہ آپ کو نا قابل حکومت
اور رعایا کی حفاظت و نگرانی سے غافل کہتے رہے۔ یہ سب کچھ تو ہوتا رہا۔ مگر اس وقت ہندوستان
کیا تمام بلاد اسلامی۔ عرب۔ ایران۔ کابل وغیرہ میں کسی ایک متنفس کو بھی ان آیات قرآنی کی بنا پر
عیسائیوں کے خلاف ان تحریکوں کے اٹھانے کے لئے۔ صدائے احتجاج بلند کرنے کی توفیق نہ ہوئی
۱۹۱۲ء والے واقعات و معاملات کو تو مدت ہو گئی۔ ایک زمانہ گزر گیا جنگ بلقان کے معاملات
کو یاد کیجئے جس کو ابھی چند روز گزرے ہیں۔ اس وقت ان تحریکوں کی تعلیم کیوں نہ دی گئی۔
اور علم جہاد کیوں نہ بلند کیا گیا۔ آپ خود غور کریں اور خود انصاف فرمائیں کہ آخر ان گزشتہ
واقعات کے وقت آپ حضرات نے کیا طریقہ اور رویہ اختیار فرمایا تھا۔ اگر حقیقت میں۔ آپ حضرات
ہیں۔ اسلام کی امن پسندی۔ عام صلح جوئی۔ اخلاق اسلامی۔ اشفاق الہامی۔ سلامت روی
صبر اور استقامت کی تعلیم اور اس کا احساس باقی ہے۔ اور یہ اوصاف و محامد آپ کی ذات
میں محفوظ ہیں۔ تو ہم کیا۔ آپ کا ایمان اور آپ کا انصاف آپ کو خود بتلا دے گا کہ جو طریقہ
آپ نے اس وقت اختیار کیا تھا۔ وہی طریقہ اس وقت اور اس موقع پر بھی آپ کو اختیار کرنا
لازم ہے۔ آپ خود یاد کیجئے۔ کہ گزشتہ واقعات کے موقع پر۔ اس معتدلانہ اور فرمانبردارانہ
طریقہ کے سوا جو حقیقت میں نہایت وفادارانہ تھا۔ آپ کا اور کون رویہ رہا تھا کہ آپ تو ان

زیادتیوں کی نسبت اپنی گورنمنٹ کے ذریعہ اور بلا ذریعہ بھی ٹرکی کے مخالف گورنمنٹوں میں۔ نرمی ملائمت اور رعایت کے ساتھ۔ وہاں کے اقوام و اسلام کے ساتھ پیش آنے کے لئے درخواستیں بھیجیں اور آوازیں پہونچائیں حکومت ہائے مخالف کے ساتھ تو اس وقت آپ کی تحریک کا یہ طریقہ رہا۔ اب دیکھئے کہ اپنے اُن برادران ایمانی کے ساتھ آپ کی تحریک کس قسم کی ہوتی رہی۔ وہ ایسی ہی تھی اور اتنی ہی کہ آپ نے بے شک و شبہ اپنے امکان اپنے مقدور اور اپنی لیاقت و استطاعت کے مطابق اپنے اُن مصیبت زدہ بھائیوں کی مالی امداد فرمائی۔ اور اپنے ایثار قومی اور فیاضی کی پوری شان دکھلائی۔ اور اپنے اسی ایثار و فیاضی سے اُن کی آرام رسانی کے سامان فراہم کر دیئے اور حتی المقدور اُن کی بربادیوں اور مصیبتوں پر اپنا بے انتہا افسوس اور بے حد غم و ملال کا اظہار فرمایا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس طریقہ کے سوا آپ حضرات کا اُس وقت کوئی اور دوسرا طریقہ تھا۔ اُس وقت تو جناب نہ آپ ہی کو سوجھی اور نہ کسی دوسرے بزرگ قوم کو کہ ملک میں مخالفت مذہب کے اصول پر عیسائی حکومتوں کے ساتھ۔ ترک موالات۔ اعتراضات اور دیگر موجودہ اور آئندہ فسادات کی تعلیم و تلقین فرمائیں۔ اب فرمایئے کہ آپ خود اپنے سابق طریقہ اور قدیم شعار کو بدل رہے ہیں یا نہیں۔ اور سابق طریقہ کے خلاف آپ کا موجودہ طرز عمل کیا سمجھا جائے گا۔ اور جو اس اختلاف و تغیر کو دیکھے گا۔ اگر کچھ نہیں تلون مزاجی اور انقلاب پسندی کا الزام آپ پر ضرور لگائے گا یا نہیں

اب اس بحث کو پھر ایک اور طریقہ سے دیکھئے کہ تھوڑی دیر کے لئے آپ کا اصرار مان لیا جاوے کہ عیسائی آپ کے ملزم۔ آپ کے قصوروار۔ تو سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا صرف ہندوستان کے حکمرانوں کے لئے یہ حکم خاص ہے یا تمام عیسائی فرماں رواؤں کے واسطے اس فرمان کا عام اعلان فرمایا ہے۔ اور پھر یہ کہ احکام و فرمان صرف ہندوستان کے مسلمان جاری کرتے ہیں۔ یا تمام بلاد اسلامیہ کے اہل اسلام کے لئے بھی احکام ہیں اور یہی کلام۔ آپ جانتے ہیں کہ ٹرکش گورنمنٹ کی عظمت گھٹانے والی اکیلی برٹش گورنمنٹ نہیں کہی جائیگی۔ بلکہ اس کے ساتھ فرانس۔ اٹلی اور امریکہ وغیرہ دوسری سلطنتیں بھی شامل ہیں جو الزام کی ذمہ دار کہی جاتی ہیں۔ پھر اکیلا ہندوستان

بلادِ اسلامیہ میں داخل نہیں ہے۔ اور اکیلے ہندوستان ہی میں مسلمان نہیں بستے ہیں بلکہ اور تمام اقطاعِ عالم میں بھی۔ اور اس میں بھی کلام نہیں کہ وہ تمام تر عیسائی حکومتوں کی رعایا میں بھرے ہیں آپ کی طرح یہ تحریک کیوں نہیں پیش کرتے۔ مراقش کے مسلمان زیادہ تر عرب ہیں اور آپ لوگوں سے زیادہ دینی معلومات رکھتے ہیں۔ وہ اپنے عیسائی حکمراں فرانسیسیوں کے ساتھ ترکِ موالات وغیرہ کے کیوں اعلان نہیں کرتے۔ اسی طرح طرابلس کی مسلمان رعایا اپنے عیسائی فرماں روا شاہِ اٹلی سے بائیکاٹ کیوں نہیں کرتی یا اضطرحان جارجیہ۔ کردستان اور تمام علاقہ کوہ قاف کے مسلمان اپنے موجودہ حکمران بالشویک گورنمنٹ رشیا سے ترکِ موالات اور قطع تعلقات کے طریقہ کیوں نہیں اختیار کرتے۔ کیوں کہ خیالاً رعایا اور گورنمنٹ ایک ہو تو گیا۔ مذہباً تو دونوں مخالف ضرور ہیں۔ کیا آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے اس طرزِ عمل میں پیش قدمی کرنے کا قرآن سے کوئی خاص حکم نکالا ہے۔ اگر دیکھا ہے تو بتلائیے۔ نہیں ہے تو پھر ان غریبوں کو گھروں سے نکال کر سب سے پہلے نشانۂ اجل بنانا چاہتے ہیں

آخر بحث میں ایک دوسرا سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ترکِ موالات کا حکم تمام غیر مسلم قوموں کے ساتھ برابر ہے اور عام یا کسی فرقۂ خاص سے مخصوص و محدود۔ اگر مخصوص و محدود نہیں ہے جیسا ہونا چاہیئے۔ تو جناب والا۔ کیا قوم ہنود۔ مخالفت مذہبی کی وجہ سے غیر مسلم نہیں ہیں اگر ہیں تو آپ کی مسندِ شریعت سے اُن کے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔ سابق زمانے میں آپ کو ان بھائیوں نے اسی خاک ہندوستان پر (کیوں کہ ان کی تاریخی دنیا تو ہندوستان اور اُس کے مضافات سے آگے بڑھتی ہی نہیں) محض مذہبی عقائد کی مخالفت کے باعث کیا کیا نہیں کیا ہے۔ ہم اُن کو ذرا بھی یہاں بیان کرنا نہیں چاہتے۔ ہم صرف چار سال کے گزرے ہوئے شاہ آباد رائٹ کے واقعات آپ کو یاد دلاتے ہیں۔ اور آپ کے ساتھ آپ کی ان بھائیوں کے طرزِ عمل کو دکھاتے ہیں اور آپ سے حلفاً پوچھتے ہیں کہ للہ بتایئے اُس وقت اُن کے مظالم اور اُن کے شدائد سُن سُن کر آپ کے خیالات اور دلی جذبات کی کیا حالت ہو رہی تھی۔ اور کم سے کم آپ ان کو اپنا کیا سمجھتے

تھے۔ دوست یا دشمن۔ اُس وقت تو آپ کے دل میں کبھی یہ گمان بھی نہ آتا ہوگا کہ آبد الآباد تک اُن سے اتفاق و اتحاد کرنا چاہیئے اور یہ قرآن کی آیت جو اس وقت بڑی تلاش و فکر کے بعد اُن کے ساتھ ملاپ کرنے کی تائید میں سنداً پیش کی جاتی ہے اُن کی طرف راجع کرنا یا اُن کو اس کے اسباب نزول کا مفہوم تبلانا کبھی آپ کے وہم میں بھی نہ آتا ہوگا۔ آپ حضرات تو صرف دور ہی سے ان واقعات کو سُن سُن کر الاماں بالحفیظ کہہ رہے تھے۔ شاہ آباد والوں سے عموماً اور سب ڈویژن سہسرام والوں سے خصوصاً دریافت فرمایئے ؎ یہ اُن سے پوچھئے جن پر مصیبتیں گزریں

مولوی صاحب مرحوم بمقابلہ ایک مخالف اسلام کے دوسرے غیر مسلم فرقہ کی نسبت اتحاد و حمایت کی تاکید میں لکھنے کو تو اتنا کچھ لکھ گئے مگر آخر میں اپنی تاویل کی غلطی پر خیال کر کے قلم سنبھالنا ہی پڑا۔ چنانچہ عبارت مندرجہ بالا کو تمام کر کے نیچے لکھتے ہیں:-

"اُس موقع پر اس قدر تنبیہ ضروری ہے کہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات کا یہ اثر نہ ہونا چاہیئے کہ مسلمان اپنے کسی مذہبی حکم کو بدل ڈالیں یا شعار کفر و شرک کو اختیار کرنے لگیں۔ اگر وہ ایسا کرینگے تو نیکی برباد گنہ لازم کی مثال اپنے اوپر منطبق کرینگے"۔

مولوی صاحب قبلہ جن غیر امور شرعیہ کے جاری ہو جانے کا خوف کرتے ہیں وہ ممدوح کی وفات سے پہلے پیش آ چکے۔ اور ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں مسجد جامع دہلی کے اندر مقام رسول صلعم (منبر) کے اوپر غیر مسلم سے خطبہ پڑھوایا گیا۔ اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد مہاتما جی کو امام مہدی موعود علیہ السلام کا مماثل ٹھہرایا گیا۔ یا محمدؐ یا علی اور یا مشکل کشا وغیرہ کلمات کہنا تو سخت بدعت تبلایا جاتا ہے۔ اب تمام اہل اسلام سے۔ صبح و شام مہاتما جی کی جے بلوائی جاتی ہے اور کوئی خدا کا نام لیوا مسلمان ایسے ایاک نعبد و ایاک نستعین کے الہامی مفہوم و مقصود کے منافی اور مخالف تبلانے پر تیار نہیں ہوتا۔ اس کے ایسی سیکڑوں بدعتیں اور نامشروع حرکتیں روز بروز مسلمانوں میں پھیلتی جا رہی ہیں۔ ابھی تو آپ کی اس نو ایجاد تحریک کا آغاز

ہی آغاز ہی۔ جب اس کا رنگ ذرا اور گہرا ہو جائے تو دیکھیے گا کہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق شعار کفر و شرک کی کیسی کیسی مہیب اور خوف ناک صورتیں اور مورتیں جھلکتی ہیں ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا　　آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

مولوی صاحب اتحاد بین الاقوامی پیدا کرنے کا یہ لطف نہیں کہ کسی قوم و فرقہ کے ساتھ اپنا دین و ایمان قربان کر کے اس سے اتفاق و اتحاد پیدا کیا جائے۔ لطف تو یہ ہے کہ آپ اپنے دین و مذہب پر قائم رہیں اور اپنے بھائی کو بھی اس کے طریقہ پر قائم رکھیں۔ تمام دنیاوی امور میں آپ اور وہ ایسے ہوں جیسے دودھ اور شکر اور مذہبی تعلقات اور معتقدات میں ایسے ہوں جیسے دودھ اور پانی۔ اس ترکیب کا نام ہے خالص اتحاد اور کامل اتفاق۔ اس کے خلاف اگر مذہب و ملت کی ایسی بیش بہا دولت اور روحانی نعمت قربان کر کے صرف دنیاوی اقتدار و ثروت حاصل کرنے کی غرض سے اتحاد بین الاقوام پیدا بھی کیا گیا تو یہ اتفاق و اتحاد یاد رکھیے۔ چند روزہ ہو گا اور کبھی مستقل اور دیرپا نہ رہے گا۔ اور مخالفت مذہبی کی دبی ہوئی چنگاری ایک نہ ایک دن سر بفلک شعلہ بن کر اس اتحاد و اتفاق کے خس و خاشاک کو جلا کر خاک کر دیگی۔ اس وقت آپ کو اپنا دین سستے داموں بیچنے پر یہ قول الٰہی فبئس ما یشترون (کیسی بری چیز ان لوگوں نے خریدی) یاد آئیگا۔ اور آپ سے کف افسوس ملوائے گا۔

بہرحال۔ فتوے ہذا کے مندرجہ بالا آیات قرآنی کی غلط تاویل۔ تمثیل اور تطبیق کی کامل تنقید اور تشریح کر کے ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں اور اپنے آئندہ مضامین میں دکھلاتے ہیں کہ مفتی صاحب نے سورۂ توبہ کی یہ آیت قل ان کان اٰباؤکم الخ لکھکر مسلمانوں کو یہ تبلایا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کرنے کے وقت اور ان لوگوں سے لڑنے کے موقع پر جنہوں نے تم کو ایذا دی گھر سے نکالا تم کو اپنی عزیزداری قرابت خانہ بربادی تجارت کی کساد بازاری غرض کسی جانی یا مالی نقصان و تاوان کا خیال نہیں کرنا ہوگا مولوی صاحب جو نہ سمجھیں اور نہ سمجھائیں وہ اینچہ من میگویم ہماں محاورہ است۔ سے زیادہ وقیع نہ ہوگا۔ آپ کو اس غیظ و غضب اور رنج و ملال کا

جو خاص باعث ہے۔ اُس کی حقیقت سے واقف کار حضرات پوری اطلاع رکھتے ہیں۔ ہم اُس سے اس مقام پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ وہ بہت جلد خاتمہ بحث میں معلوم ہوگا۔ مگر مولوی صاحب کے اس خیال کی تردید اور غلط فہمی کی تصحیح میں ایک دوسری آیت قرآنی جو اُسی سورۂ مائدہ میں واقع ہے۔ پیش کرتے ہیں۔ مفتی صاحب تو مرحوم ہوگئے۔ مگر ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے اسلامی بھائی اس سے عبرت کا سبق حاصل کرینگے۔ اور اس کے ارشاد و ہدایت کے فیضان و اثر سے محروم نہ رہیں گے۔ وہ آیہ وافی ہدایہ یہ ہے۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم	کسی قوم کی عداوت اس بنا پر کہ انھوں نے تم کو مسجد الحرام
عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا	سے روکا تھا تمہارے لئے اسکی باعث نہ ہو کہ تم زیادتی کر گزرو (بلکہ)
علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم	نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ زیادتی
والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب	میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے

سورہ مائدہ ع جزو ۶

خدا۔ خدا کا رسولؐ۔ خدا کا بھیجا ہوا اور رسولؐ کا لایا ہوا قرآن۔ اور اُن کے بعد اسلام کی تمام کتب تفاسیر احادیث اور سیر و تواریخ اس پر شاہد ہیں کہ کفار مکہ اور مشرکین قریش سے بڑھکر اسلام کا ایک اور جانی دشمن کسی اور قوم اور فرقہ کے لوگ نہیں تھے۔ ان کے ہاتھوں سے جو مظالم شدائد اور مصائب اسلام اور بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کو اُٹھانے ہوئے وہ تمام کتابوں میں درج ہیں۔ اُن کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ایسے ہر وقت کے لاگو اور ہلو کے دشمن جانی قوم و فرقے کے خاص لوگوں کے ساتھ خدا اور رسولؐ کی طرف سے۔ حب امن پسندی۔ عام صلح جوئی۔ خوش اخلاقی۔ رعایت اور انسانی ہمدردی کے اصول پر تمام مسلمانوں کو زیادتی کرنے اور اپنی حد اور بساط سے گزر جانے کے جیسا روکا گیا ہے وہ ہمارے مندرجہ بالا آیت قرآنی کے الفاظ و معانی سے پوری طور پر ثابت ہے اب فرمایا جائے اور انصاف سے تبلایا جائے کہ موجودہ غیر مسلم حکومت سے جن امور کی شکایتیں پیش ہیں اور جن کی وجہ سے یہ تحریکات عمل میں لائی جاتی ہیں وہ مشرکین قریش اور کافرین مکہ کے مظالم شدائد اور مفاسد

کے کبھی برابر ہو سکتے ہیں۔ اور جب ان کا قصور اور ان کی خطا اتنی اور ایسی ثابت نہیں ہوتی تو پھر سورۂ توبہ والی آیت کے احکام سے تقابل اور تماثل بیکار۔ اور بفرض محال۔ اگر ان کی دشمنی اور مظالم اسلام کے ساتھ ویسے ہی ثابت ہوں۔ جیسے کفار قریش کے۔ تاہم جب الہ اس آیۂ وافی ہدایہ کا مفہوم و مقصود یہ ہیں ان کے ساتھ بھی کوئی زیادتی اور حد سے گزر جانے والی بات کے کرنے کا حکم و اجازت نہیں ہے۔

وقت پر خوب یاد آیا۔ ابھی ابھی حرمت کعبہ اور روضہ مقدسہ نبوی زادالہ شرفہا کی ہتک حرمت کی نسبت چند شعبدہ بازوں نے مسلمانوں کی جماعت میں شورش پھیلانے اور انگریزوں سے نفرت بڑھانے کی غرض سے چند غلط افواہیں پھیلا رکھی تھیں۔ اور گورنمنٹ ہمارے اس کا شاید استفسار بھی ہوا تھا۔ چنانچہ ان سراپا بے اصل و لغو خبروں کی حقیقت کا پورا انکشاف۔ سر ایڈورڈ گیٹ صاحب کے سی ایس آئی بالقابہ سابق لفٹنٹ گورنر صوبہ بہار و اوڑلیسہ نے حج کمیٹی بہار و اوڑلیسہ کے پیش کردہ اڈیرلیس کے جواب مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۰ء میں اس خوبی اور صفائی سے فرما دیا ہے کہ پھر اس خبر کے جھوٹ مان لینے میں کسی کو ایک منٹ کے لئے بھی کوئی عذر اور شبہہ نہیں ہوگا۔ فرمایا جائے کہ ایسی لغو اور مہمل خبروں اور افواہوں کے مشہور کرنے سے اور گورنمنٹ کو ان بے اصل الزاموں کی ملزم بنانے کے سوائے خفیف الحرکاتی اور فساد انگیزی اور بیجا تکلیف دہی کے اور کیا سمجھا جائے گا۔ نتیجہ شناس۔ عاقبت اندیش اور مآل بین حضرات ان حرکات کے آخری نتیجوں کو بڑی دقیق نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ سلطنت و حکومت کی موجودہ قوت کے مقابلہ میں ان خفیف الحرکاتیوں کا ایک نہ ایک دن کیا نتیجہ ہونے والا ہے اس وقت بھی شورش انگیز اور انقلاب پسند حضرات کو اپنی گورنمنٹ کی موجودہ خموشی اور سکوت کو منت گزاری اور بڑی قدر و وقعت کی نگاہوں سے دیکھنا چاہیئے اور اُس کی رعیت پروری اور رعایت اور درگزاشت اور عفو جرائم کے اوصاف کی تعریف کرنی چاہیئے۔

یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ جو اتفاقی طور سے بیچ میں حائل ہوگیا۔ مجھکو آیت مندرجہ بالا کے

بحث میں اتنا اور لکھدینا باقی رہ گیا ہے کہ یہ آیت مخصوص کافران مکہ کے ذکر میں نازل ہوئی ہے اور صد وکم عن المسجد الحرام کی ظلم و زیادتی انہیں سے عمل میں آئی تھی نہ کسی یہود سے اور نہ نصاریٰ سے اس کے ثبوت میں امام فخر الدین رازی صاحب کی وہ تحریر جو انھوں نے اپنی تفسیر کبیر جلد سوم میں اس آیت کی شان نزول کے متعلق زیب قلم فرمائی ہے ملاحظہ کی جائے۔ ذیل میں نقل کی جاتی ہے:-

صدوکم عن المسجد الحرام سے مراد ہے منع اهل مکة رسول الله صلعم والمومنین یوم الحدیبیة عن العمرة وهذا الصد متقدم لا محالة نزول هذه الایه۔ ترجمہ۔ مشرکین نے غزوہ حدیبیہ میں جب پیغمبر خدا صلعم کو اور مومنین کو دخول مسجد الحرام اور عمرہ بجالانے سے روکا اور منع کیا تو یہ سورۃ بعد حدیبیہ نازل ہوئی۔ مشرکین کا آں حضرت صلعم کو روکنا عمرہ اور مسجد الحرام سے لامحالہ اس آیت کے نزول سے مقدم تھا۔

اب اس آیہ وافی ہدایہ میں ارشاد الٰہی کو زمانہ موجودہ کے حالات سے مقابل کر کے فرمایا جائے کہ کفار قریش نے جب آں حضرت صلعم کو شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کرنے سے روک دیا تھا تو خدائے غفور و رحیم نے پیغمبرؐ اور مومنین کو اس رکاوٹ کی حالت میں بھی ان کفار کے ساتھ زیادتی تعدی اور عدم تعاون سے منع فرمادیا پر آج مکہ معظمہ و دیگر مقامات کو جب کہ مسلمانوں ہی میں سے ایک شریف النسب مسلمان کے قبضہ اقتدار و اختیار میں دیدیا گیا ہے اور جس نے کسی اسلامی معبد میں آنے جانے اور اعمال و آداب بجالانے کے لئے کسی مسلمان کے ساتھ رکاوٹ نہیں کی تو خواہ مخواہ اور بلا وجہ اس سے یا اس کی حمایتی اور اتحادی کسی حکومت سے استفسار تکرار اور عدم تعاون اور ترک موالات کی دھمکی دینا اس آیت کے رو سے کیسے جائز کہا جائے گا۔ دیکھئے اسی حکم الٰہی کو پوری تشریح و توضیح کے ساتھ امام فخر الدین صاحب رازی نے تفسیر کبیر جلد سوم ص ۵۲۲ مطبوعہ مصر میں پھر سمجھا دیا ہے۔ ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت:-

ولا تحملنکم عداوتکم لقوم من اجل انھم صدوکم عن المسجد الحرام علی ان تعتدوا فتمنعوھم عن المسجد الحرام فان الباطل لایجوز ان تعتدی به ولیس للناس ان یعین بعضھم بعضا علی العدوان حتی اذا تعدی واحد منھم علی الاٰخر تعدی ذالک الاٰخر علیه لکن الواجب ان یعین بعضھم بعضا علی ما فیه البر والتقوی فھذا ھو المقصود من الاٰیۃ ترجمہ کسی قوم کی عداوت اس بنا پر کہ اُنھوں نے تم کو مسجد الحرام سے روکا تھا اس امر کا باعث نہ ہونا چاہیئے کہ تم زیادتی کر گزرو اور تم بھی اُن کو روکو۔ کیوں کہ باطل کی تقلید جائز نہیں ہے کہ حد سے گزر جائے۔ اور لوگوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایک دوسر کی دوسری کی دشمنی میں تعاون اور مدد کریں یہاں تک کہ ایک دوسرے پر تعدی کریں۔ لیکن واجب یہ ہے کہ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد و تعاون کرتے رہیں۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں۔

آپ امام فخر الدین رازی صاحب کے حکم کو موجودہ حالات اور انگریزوں کے تعلقات سے اور نیز مفتی صاحب کے احکام فتوے کو مندرجات سے مقابل فرما کر ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ قصور ثابت نہیں حکم سزا کا نفاذ موجود خدا کے لئے یہ تو فرمائیے۔ خدا تو ارشاد فرمائے کہ قصور کرنے کی حالت میں بھی قصور کرنے والوں کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ اور آپ اُلٹے بے گناہوں کو حق ناحق سزا دہی کے لئے پکڑتے پھریں۔ بتلائیے یہ مالیخولیانہ اور صاف صاف مجنونانہ حرکات نہیں تو اور کیا۔

میں نے اپنے مندرجہ بالا انتقادانہ بیانات میں جن کو میں نے اہل اسلام کے معتبر اور مستند اسناد واشہاد سے مرتب کیا ہے۔ میرا مقصود اور میرا مدعا یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں مفتی صاحب سے مناظرہ اور مکالمہ کرکے اپنی قوم و ملت میں اپنے کو محقق ثابت کروں۔ میں نے جو کچھ اُن کی خدمت میں التماس کیا ہے اور جو استدعا پیش کی ہے وہ صرف مذہبی خلوص دینی خیر خواہی اور قومی رفاہ و فلاح کے اصول پر مبنی ہے اور وہ اسی قدر ہے کہ دینی امور کو مذہبی عقاید سے علیحدہ رکھا جائے اور بس۔ میرا ہرگز

اس تحریر سے یہ مدعا نہیں کہ میں مفتی صاحب کی تحریر کی تنقید کر کے ان کی عیب گیری کروں یا خواہ مخواہ کی عیب جوئی یا اپنی اس تحریر کے ذریعہ اور وسیلہ سے میں گورنمنٹ کا زیادہ تقرب حاصل کروں اور اعزاز و امتیاز۔ لا واللہ۔ خدا شاہد ہے میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ اہل اسلام کی خالص دل سوزی کے خیال سے۔ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ اگر مفتی صاحب نے اس کو دنیاوی امور کے نقطۂ خیال سے اٹھایا ہوتا تو مجھے یا کسی اور کو کیا غرض تھی۔ وہ جانتے اور دنیاوی امور کے انتظام کرنے والے۔ مگر آپ نے اس تحریک کو نصوص الٰہی اور فرمان حضرت رسالت پناہی کے مطابق بتلایا اور سمجھایا۔ جو میری سمجھ میں کسی طرح نہ آیا۔ اور مجھکو اس میں تحقیق کی ضرورت ہوئی۔ اور تحقیق سے جو کچھ ثابت ہوا۔ وہ میں نے حرفاً حرفاً اور لفظاً لفظاً لکھ دیا۔

میری اس تحریر یا استدعا کو دیکھ کر اور پڑھکر ثابت ہو جاتا ہے کہ جو کچھ مفتی صاحب نے اپنی موجودہ تحریک کی تائید میں تحریر فرمایا ہے اور جن جن آیات قرآنی کے ظاہری معانی سے اپنے مدعائے بیان پر استدلال فرمایا ہے۔ وہ ہرگز اُن کے مقاصد و مطالب سے منطبق نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ ارشاد ربانی ان کے اغراض و مطالب سے بالکل جداگانہ ہیں اور علیحدہ حقیقت میں مفتی صاحب کی اس مجوزہ تحریک سے مسلمانوں کی فلاح عاقبت جو اسلام اور تمام ادیان و مذاہب کا اصل مدعا ہے حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ مسلم ہے کہ اسلام اور دنیا کے ادیان و مذاہب تمام۔ انسان کی فلاح عاقبت کی خاص غرض سے من جانب خدا جاری فرمائے گئے ہیں۔ اور نجات اور فلاح عاقبت ہی ان کا نصب العین قرار دیا گیا ہے۔ اور نجات و فلاح نہ جہاد کرنے سے اکیلے حاصل ہو سکتی ہے۔ نہ تنہا حکومت کے بائیکاٹ کرنے اور سودیشی اور سیوراج کی تحریکات قائم کرنے سے۔ نہ قوم و ملت میں فتوی بازی اور نہ شریعت میں دخل اندازی سے۔ نہ دوسری قوموں کو اپنا شریک و معاون بنانے سے۔ اور نہ ممالک و مذاہب غیر میں مراسلات کے کاغذی گھوڑے دوڑانے سے۔ نجات آخرت اور فلاح عاقبت کا انحصار۔ تمام مذاہب میں بالکلیہ انسان کے اعمال و افعال اور خدائے سبحانہ تعالیٰ کے خاص رحمت و افضال پر منحصر ہے اور موقوف اور یہ ایسا مسلمہ اور

مصدقہ امر ہے کہ اس پر اکیلا اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام ادیان و مذاہب ہمزبان ہیں اور کلام ذیل میں ہم صرف دو آیات قرآنی اپنے مدعائے بیان کے ثبوت میں پیش کرکے فتوی کی موجودہ بحث قرآنی کو ختم کرتے ہیں ۔ وہو ہذا ۔

لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتاب من یعمل سوء یجز بہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولا نصیرا

(سورۂ نسار جزو ۴)

مسلمانو ! (صلاح عاقبت) نہ تمہاری آرزوؤں پر (موقوف) ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر (بلکہ عمل پر موقوف ہے) جو شخص برا کام کرے گا تو خدا کے سوا اس کو (تو) حمایتی (ہی) ملیگا اور نہ مددگار

(ترجمہ القرآن حافظ نذیر احمد صاحب ص ۱۵۴)

اس آیہ وافی ہدایہ کی عبارت سے اب تو ثابت ہوگیا ۔ کہ فلاح عاقبت مسلمانوں کو ان کی خواہش کے مطابق حاصل ہونے والی ہے ۔ اور نہ اہل کتاب کو ان کی تمناؤں کے موافق ۔ اس کا حاصل ہونا ہر شخص کے اعمال و افعال پر موقوف و محدود ہے ۔ اگر کوئی حد سے زیادہ سمجھدار آدمی یہ کہے کہ نصاریٰ کا خاص اس میں نام نہیں ہے ۔ صرف اہل کتاب کا ذکر مجمل طور پر اس میں کیا گیا ہے تو اس کی تسکین و تشفی کے لئے ۔ ذیل کی دوسری آیت کافی ہے ۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاری من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

(سورۂ مائدہ - جزو ۶ رکوع ۹)

اس میں شک نہیں کہ جو مسلمان اور جو یہودی ہیں ۔ اور صابی ہیں اور نصاریٰ ہیں ان سے جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو قیامت کے دن ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا ۔ اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر رہیں گے ۔

(حمائل مترجم ص ۱۸۹)

لیجئے ۔ اس آیہ قرآن میں تو نصاریٰ کا نام بھی لکھا ہوا ہے آپ نے ملاحظہ فرمالیا ۔ اور اب تو ان ارشادات و خطابات الٰہیہ سے آپ کو اس مسئلہ درپیش تمام ادیان و مذاہب کے اصول کی تصدیق حقیقت ہوگئی ۔ اور ثابت ہوگیا کہ عام اس سے کہ کوئی شخص کسی مذہب کا بھی ہو ۔ مسلمان ہو ۔ یہودی ہو ۔ مجوسی ہو ۔ نصاریٰ ہو ۔ ہر شخص کی نجات اور فلاح عاقبت ۔ خدا کے پہچاننے ۔ روز آخرت

کے ماننے اور نیک عمل کے بجالانے پر موقوف و منحصر ہے۔ ابھی اسی کے ایسے بہت سے اسناد و شہاد ہمارے پیش نظر ہیں جن کو ہم طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں۔ اور پھر ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔

ان دونوں آیات قرآنی کی نقل کرنے سے جیسا ہم اوپر عرض کر آئے ہیں ہمارا صرف یہی مدعا تھا کہ مذہبی تعلیم و تلقین کا اصل مدعا ہے۔ نجات آخرت اور فلاح عاقبت۔ اس لئے تعلیم مذہب کے تمام مواعظ۔ نصائح۔ فتاوی۔ ارشادات اور احکامات حصول نجات کی تلقین اور تدبیر پر مترتب ہونے چاہیئے۔ نہ یہ کہ ان کے اجزا اور دوران میں امور دنیاوی اور نظام ملکی پر لے کئے جاویں اور ان پر بحث کی جائے اور اسی طرح امور ملکی اور تعلقات دنیاوی کو بقول حافظ نذیر احمد صاحب مذہبی عقاید اور دینی اصول سے بالکل جدا اور علیحدہ رکھنا چاہیئے۔ ایسا نہیں کہ دینی اور دنیاوی امور کے خلط مبحث کو آپس میں ملا کر مذہب کا معجون طرفہ تیار کیا جاوے اور . . کی ریشمی ڈوریاں دنیا کی سن والی رسیوں سے ملا کر ایک نئی ترکیب کی رسی تیار کی جاوے اور اس کا نام رکھا جائے حبل المتین اور عروۃ الوثقیٰ۔ جسے دیکھتے ہی ہر شخص اس کی غلط آمیزش اور ترکیب کو پہچان لے گا۔ اور کسی کی بھی طبیعت اس اجتماع ضدین کو قبول اور گوارا نہ کرے گی۔ آپ کے ہم طریق اور ہم مذہب تو خیر۔ اغیار اور دیگر اقوام و مذہب والے بھی آپ کی ان مصنوعات و موضوعات پر ضرور دیدہ اعتراض نکالیں گے اور مذہب اسلام کی غلط ترکیبوں کی جھوٹی خبروں سے اطراف عالم میں دھوم ڈالیں گے۔

بہرحال مولانا صاحب مرحوم کی تحریکات اور ان کی تائید میں کلام الٰہی کی غلط تاویلات کی پوری تنقید کر کے ہم ان کو بالکل بے جا، ناموزوں اور غیر مناسب ثابت کر چکے۔ کیونکہ جس فقرہ خاص سے آپ نے ترک موالات اور قطع تعلقات کی تعلیم عام مسلمانوں کو دینی چاہی ہے اور اس کو احکام ربانی اور کلام یزدانی سے مطابق ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ وہ تمام خطابات و ارشادات اور ان کے مفہوم تمام تر کافرین مکہ۔ مشرکین قریش اور یہودان مدینہ سے خاص طور پر متعلق تھے

نصاریٰ یا عیسائیوں کو ان احکام الہیہ سے کوئی واسطہ یا علاقہ نہیں تھا۔ بلکہ مولوی صاحب کی تحریر کے خلاف۔ سورۂ مائدہ ہی کے چند آیات سے شیوع اسلام کے وقت مسلمانوں کے ساتھ تو نصاریٰ کے احسانات اور خاص رعایات ثابت ہوتی ہیں۔ جن پر اسلامی حدیث و تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں۔

چونکہ موجودہ تحریک میں محض دنیاوی اقتدار و دولت کی لالچ سے ہندوؤں سے اتفاق پیدا کیا جاتا ہے اور اس کو عین طریقۂ شریعت تبلایا جاتا ہے۔ اور اُن آیات و احکامات الہیہ کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا جن میں اہل کتاب کے اوصاف اور محاسن اعمال کا صریح ذکر خاص طور پر مذکور ہے۔ اس لئے ناظرین کے لئے۔ چند آیتیں۔ مقام مناسب سمجھکر پیش کی جاتی ہیں مدعا صرف اسی قدر ہے کہ اُس قوم سے تو تعلق اور اتحاد پیدا کیا جائے جن کا ذکر کتاب الٰہی میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ اور ترک تعلقات اور قطع اتحاد اُس قوم و ملت کے لوگوں سے کیا جائے جن کا ذکر اوصاف و محاسن قرآن مجید کے متواتر مقامات میں داخل ہے۔ چنانچہ جناب باری عز اسمہ سورۂ آل عمران جزو ۴ رکوع ۸ میں ارشاد فرماتا ہے:-

من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون ایات اللہ آناء الیل وھم یسجدون یومنون باللہ والیوم الآخر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصلحین وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ واللہ علیم بالمتقین	اہل کتاب میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو راتوں کو (نمازوں) کھڑے رہکر آیات الٰہی پڑھا کرتے ہیں (اور خدا کے آگے) سجدے کرتے ہیں اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے (کام کرنے) کو کہتے اور بُرے (کاموں) سے منع کرنے اور خود (بھی) نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں۔ اور یہی لوگ نیک بندوں میں (داخل) ہیں اور وہ نیکی کی جس طرح کی بھی کریں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اُن کی اس نیکی کی قدر نہ کی جائے اور اللہ پرہیزگاروں کے حال سے خوب واقف ہے

(حمائل مترجم حافظ نذیر احمد صاحب ص ۱۰۱)

دیکھئے اس آیہ وافی ہدایہ سے اہل کتاب کی جس میں نصاریٰ بھی ضرور شامل ہیں۔ تقویٰ

پرہیزگاری اور نیکوکاری جو ضرور اُن کے محامد و اوصاف کہے جائیں گے ظاہر ہوتی ہے اور اُن کے علاوہ ہمارا مندرجہ بالا مدعائے بیان بھی پایۂ ثبوت تک پہونچ گیا کہ بلا امتیاز قوم و ملت انسان کے عمل نیک خدا کی تمام خوشنودیوں کے باعث ہوتے ہیں -

پھر اُسی سورۂ آل عمران - جزو ۴ رکوع ۲۰ میں یہ آیت ملاحظہ ہو - پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے -

وان من اھل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیھم خاشعین للہ لا یشترون بایات اللہ ثمنا قلیلا اولئک لھم اجرھم عند ربھم ان اللہ سریع الحساب یا ایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون

یعنی - اور اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کتاب تم (مسلمانوں) پر اُتری ہے اور جو اُن پر اُتری ہے اُن (سب پر بھی) ایمان رکھتے ہیں اور (ہر وقت) اللہ کے آگے جھکے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے عوض میں (دنیاوی فائدوں کے) تھوڑے دام نہیں لیتے - یہی وہ لوگ ہیں جن کے اجر اُن کے پروردگار کے (ہاں) تیار اور موجود ہیں (ان کو اجر حاصل کرنے میں زحمت انتظار نہیں اُٹھانی پڑیگی) کیونکہ اللہ جلدی حساب کرنیوالا ہے مسلمانو! اُن تکلیفوں کو (جو خدا کی راہ میں تمکو پیش آئیں) برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس میں ملکر رہو تاکہ (آخرکار) تم اپنی مراد کو پہونچو - حمائل مترجم ص ۱۲۰

اس آیۂ وافی ہدایہ سے بھی اہل کتاب کے محاسن و مکارم معلوم ہونے کے علاوہ - رضائے الٰہی کے حصول کا اصلی باعث وہی نیکوکاری ثابت ہوتی ہے - اس میں جو خاص کر غور کے قابل ہے وہ مسلمانوں کو مصائب و شدائد کے اوقات خاص میں خوشی اور صبر اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے - جو اہل اسلام کی موجودہ تحریک اور روش کے بالکل مخالف ہے اور منافی -

فما لکم کیف تحکمون (آپ جاہیں جیسا حکم لگائیں)

سورہ نساء - جزو ۶ رکوع ۲۲ میں تیسری آیت کا مشاہدہ فرمایا جائے -

لکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ والمؤمنون باللہ والیوم الاٰخر اولئک سنؤتیھم اجراً عظیما

لیکن (اے پیغمبر) اُن میں (اہل کتاب) سے جو علم میں بڑی پائیگاہ رکھتے ہیں (وہ) اور یہ مسلمان (یہ دونوں فریق تو) اُس (کتاب) پر جو تم پر اُتری ہے اور اُن (کتابوں) پر جو تم سے پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) اُتری ہیں (سب پر) ایمان لاتے اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے اور اللہ وروز آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو ہم عن قریب بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔ (ص ۱۶۴ حمائل مترجم)

اس آیت وافی ہدایت سے بھی ہمارے دعا کی تصدیق ہونے کے علاوہ اہل اسلام اور اہل کتاب کے باہم اکثر مذہبی عقاید کا اتحاد ثابت ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ معرفت ذات اور عملیات صالحات کے اعتبار سے دونوں فریق اصولاً متفق ہیں اور متحد۔ اب اس ارشاد ربانی اور حکم قرآنی سے مسلمانوں کے موجودہ قیاس انسانی اور تخیلات نفسانی پر غور فرمایا جائے کہ جس قوم و فرقے سے مذہبی اصول سمجھکر اتفاق و اتحاد پیدا کیا جارہا ہے۔ وہ ان نفوس العیہ میں کہیں بھی شامل و داخل مذکور اور مسطور پائے جاتے ہیں۔ ان ھذا لعجب العجاب فانظروا یا اولی الالباب (یہ امر تمام عجیب تر امور سے عجیب تر ہے۔ اولی الالباب نگاہ فرمائیں)

اسی سورہ مائدہ کی جس میں ربنا انزل علینا مائدۃ (پروردگار ہم پر مائدہ کی نعمت نازل فرما) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا والہ وعلیہ السلام کی دعا اور اُن کی اُمت پر نزول مائدہ کا قصہ منقول ہے۔ اور جس میں سے آپ نے ترک موالاۃ کی تائید و تاکید میں چند آیتیں تحریر فرمائی ہیں۔ یہ آیت بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔

الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم

آج تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا (وہ جو تمہارے ہاں بھی روا ہو) تمہارے لئے حلال ہے۔ اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے اور مسلمان بیاہتا بیبیاں اور جن کو تم سے پہلے

والمحصنٰت من المومنات والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم کتابیہ بی جا چکی ہے اُن کی بھی بیاہتا بی بیاں
(المائدہ جزو ۶ - رکوع ۱) (حمائل مترجم ص ۱۴۰)

اس سے قبل کی آیت میں ہم اسلام اور اہل کتاب کا اکثر اصول عقائد میں اتفاق و اتحاد ثابت کر آئے ہیں۔ اس آیت سے فروعات اور قومی ضروریات میں بھی فریقین کی اتحاد و یکجہتی صاف صاف ظاہر اور نمایاں ہوتی ہے

اب سورۃ القصص جزو نمبر ۲۰ رکوع ۵ میں ذیل کی آیت مندرجہ - مشاہدہ کی جائے

الذین آتینٰھم الکتاب من	جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے کتاب عنایت کی۔ وہ تو اس (قرآن)
قبلہ ھم بہ یومنون واذا	پر ایمان لاتے ہیں اور جب اُن کو قرآن سُنایا جاتا ہے تو بول اُٹھتے ہیں
یتلیٰ علیھم قالوا آمنا بہ انہ الحق	کہ ہم کو تو اس کا پورا یقین آگیا کہ کچھ شک نہیں کہ یہ برحق ہے۔ ہمارے پروردگار
من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین	کی طرف سے (نازل ہوا) ہے حقیقت میں ہم تو اس کے (اترنے) سے
اولٰئک یوتون اجرھم مرتین	پہلے (بھی اسکو) مانتے تھے یہی لوگ ہیں جن کو ان کے صبر کے بدلے دوہرا اجر
بما صبروا ویدرءون بالحسنۃ	دیا جائیگا۔ اور یہ تحمل ایسے ہیں کہ نیکی سے بدی کا دفعیہ کرتے ہیں اور ہم نے
السیئۃ ومما رزقناھم ینفقون	جو ان کو دیا ہے وہ (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں اور جب (کسی سے) لغویات
واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ	سُنتے ہیں تو اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور (ایسے لوگوں سے) کہدیتے
وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم	ہیں کہ ہمارے عمل ہم کو اور تمہارے عمل تم کو (ہم تو) تمہیں (دور ہی سے)
سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین	سلام کرتے ہیں۔ ہم جاہلوں سے نہیں لگتے۔ (حمائل مترجم ص ۶۲۴)

اس آیت سے بھی اہل کتاب کی قران مجید کی بشارت توریت کی تصدیق۔ اہل اسلام سے دینی موالات اور اُن کی ایمانی اور اخلاقی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں جو ہمارے مدعائے بیان کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔

اب میرے سلسلہ کلام کی چھٹی یا آخری آیت بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔ خداوند عالم سورۃ عنکبوت جزو ۲۱ رکوع ۴ میں فرماتا ہے۔

ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن الا الذين ظلموا منهم وقولوا آمنا بالذي انزل الينا وانزل اليكم والهنا والهكم واحد ونحن له مسلمون

مسلمانو - اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو - مگر اس طرح کہ وہ نہایت ہی عمدہ (اور شائستہ) ہو - ہاں جو لوگ اُن میں سے زیادتی کرتے ہیں اُن لوگوں سے کہو جو ہم پر نازل ہوئی ہی اور جو تم پر نازل ہوئی ہم تو سب کو مانتے ہیں اور ہمارا خدا اور تمھارا خدا تو ایک ہی ہی اور ہم تم اُسی کے فرمانبردار ہیں (حمائل مترجم ص ۶۴۲)

اس آخر آیت کی ہدایت سے تو اہل کتاب کے ساتھ ان تمام تحریک و تعریض کی زیادتیاں ممنوع معلوم ہوتی ہیں - اور اُن کے معارضہ اور مجادلہ کو ایک حد تک روکا جاتا ہی اور ناگزیر ضرورتوں کے وقت ہی اس کی اجازت دی جاتی ہی تو عمدہ اور شائستہ طریقہ کلام سے - چنانچہ پروردگار عالم نے اُن سے معارضہ کلام کا طریقہ بھی اسی آیت میں مسلمانوں کو بتلا دیا ہی کہ اُن لوگوں سے اصول مذہب کے اتحاد و اتفاق کی بنا پر گفتگو کرنا چاہیئے -

اب ناظرین خود انصاف کی نگاہ سے آیت مندرجہ بالا میں مجادلہ اہل کتاب کے متعلق احکام خدا کے رعایات خاص تفصیلات اخلاق و اکرام ذات اور صفائی کو ملاحظہ فرمائیں اور اُنھیں کے ساتھ مولوی صاحب کے فتوے ہیں - ان لوگوں کے ساتھ طریقہ تعلیم جنگ جوئی اور معرکہ آرائی کو - ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اگر اہل اسلام میں ایسی ہی تعلیم مخرب دلوں اور جاری رہی اور اس کی بنا پر آنحضرت کی طرح اپنے تمام مخالفین کے ساتھ ایسی ہی سختیوں کے ساتھ بات بات پر اُلجھنا ہو گیا خصوصاً ایسی حالت میں جب مخالفین کی قوت عرش الکمال تک پہونچی ہوئی ہی اور ان کا ضعف تحت الثریٰ تک - تو پھر اسلام کے آثار و اقتدار - اس کی بقا اور اس کے رہے سہے نام و نشان کا اس مٹی ہوئی صورت میں رہنا بھی دشوار ہو جائے گا -

حاشا للہ - ان آیات کے لکھدینے سے میرا یہ مدعا کبھی نہیں ہی کہ میں مسلمانوں کو تبلاؤں کہ

تمام دینی اور دنیاوی محاسن و اوصاف کے جامع اہل کتاب ہیں۔ اور اُن میں سوائے اوصاف کے عیوب نہیں ہیں۔ یا ان کی مدح وثنا کے سوا کتاب باری میں ان کے بدعات فی المذہب اختراعات فی الدین اور دیگر عملی اور اخلاقی برائیاں اور بدکاریاں نہیں لکھی ہیں نہیں کبھی میرا ایسا اعتقاد نہیں۔ اور کبھی میرا ایسا دعویٰ نہیں۔ بلکہ حقیقت الامری اور انصاف پسندی کے اصول پر میں اقرار کرتا ہوں کہ قران مجید میں اہل کتاب کی مخالفت مذہبی اور بدعات ومخترعات دینی کے مقامات پر ان لوگوں کی غلطیاں بھی بتلائی گئی ہیں اور صریح خطاہائے اعتقادی بھی دکھائی گئی ہیں اور اسی طرح ان کی مدح و اوصاف کی جگہوں میں ان کے محامد ومحاسن کا بھی ذکر و مذکور کیا گیا ہے مفتی صاحب نے تو اپنی تحریر میں اپنی خود غرضی سے اپنی غلط خیالی کی لوح پر شروع سے آخر تک بالکل ایک رُخی تصویر کھینچی ہے اور اُن پر غلط تاویلات وتابیدات کا ایسا گہرا شیڈ (سایہ) ڈالا ہے کہ اُن کی تمام قلمکاری اور نقش ونگاری میں تاریکی ہی تاریکی پھیل گئی ہے اور روشنی کا کہیں نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا۔ یہ اصول تحقیق و انصاف کے سراسر خلاف ہے جس کے لئے بلا امتیاز وتخصیص حکم عام ہے۔ عیب جو گوئی ہنرش ہم بگو۔ خدا شاہد ہے کہ میں نے مسئلہ زیر بحث کی حقیقت نگاری میں شروع ہی سے اس اصول کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ اب میرے اس طریقہ کو زمانہ اور اہل زمانہ جن معنوں میں نہ سمجھیں وہ اُن کا مختار رہوگا نہ میرا معیار۔

سیرۃ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عیسائی قوموں کے ساتھ خاص عنایات

اور

موالات کے ثبوت

بہر حال مسئلہ زیر بحث کے متعلق۔ ہم اپنے مدعائے بیان کی تصدیق میں نصوص قرآنیہ اور

احکام ربانیہ کی تفصیل کو ختم کر چکے۔ اب ہم اپنے آئندہ سلسلہ بیان میں خدا کے بعد رسول صلعم کے طرز عمل سے اُن اکرام ۔خاص رعایات اور الطاف کو۔ جو آپ کے خلق عظیم کے حقیقی معارف ومشاہدہ ہیں دکھلاتے ہیں ۔جو آپ نے اپنی حیات ستودہ صفات کے زمانہ میں خاص کر عیسائیوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً مبذول ومعطوف فرمائے ہیں ۔ہمارے انھیں بیانات سے عیسائی قوموں کے اُن طرز عمل پر بھی کافی روشنی پڑ جاتی ہے ۔جو وہ اسلام کے ارشادات وہدایات اور اہل اسلام کے اخلاص وموالات کے متعلق ظاہر کرتی تھیں ۔

دربار حبشہ اور وہاں کے عیسائی بادشاہ نجاشی (جو آخر میں اسلام لایا مگر اُس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا) اور اُس کے درباریوں کی غریب مہاجرین آوروطن اور جماعت مسلمین کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا حال کسی قدر ہم ایک آیہ کریمہ کی تفصیل میں اوپر لکھ آئے ہیں ۔اُس کے ضمن میں ہم شمس العلما مولانا شبلی صاحب کی تاریخ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل سے ۔مسلمانوں کا عیسائیوں کے لئے دعائے فتح مانگنا ذیل میں نقل کرتے ہیں ۔ دہو ہذا ۔

> اسی اثنا میں کسی دشمن نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا ۔نجاشی اُس کے مقابلہ کے لئے خود گیا ۔صحابہ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جائے اور خبر بھیجتا رہے کہ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی نجاشی کی مدد کو آئیں ۔حضرت زبیر (آنحضرتؐ کے پھوپھی زاد بھائی ۔حضرت ابو بکر صدیقؓ کے داماد اور یکے از عشرہ مبشرہ) اگرچہ سب سے کم سن تھے لیکن انھوں نے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ۔مشک کے سہارے دریائے نیل تیر کر رزمگاہ میں پہونچے اُدھر صحابہ نجاشی کی فتح کے لئے خدا سے دعا مانگتے تھے ۔چند روز کے بعد زبیر واپس آئے اور خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی ۔
>
> (سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۰۵)

اس واقعہ سے صحابہ کرام کا عیسائی قوموں کے لئے دعائے فتح ہی مانگنا نہیں معلوم ہوتا ۔بلکہ بوقت

ضرورت لڑائی میں اُن کا ساتھ دینا اور مدد دینے کے لئے تیار رہنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس سے مسلمانوں اور عیسائی قوموں کے اتحاد و اخلاص کی قدامت ظاہر ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانبین کو ہمیشہ سے ایک دوسرے کی ہمدردی اور بہی خواہی کا خیال لگا رہتا تھا۔ اب انصاف فرمایا جاوے کہ اہل اسلام کی موجودہ روش صحابہ کرام کے اختیار کردہ طرز عمل سے ذرا بھی مطابق اور مشابہ ہے اب ایک دوسرے عیسائی دربار میں اسلامی مشن کی قدر و ہمدردی ملاحظہ فرمائی جائے۔ مولوی شبلی صاحب پھر رقمطراز ہیں :-

قیصر کے دربار میں آنحضرت صلعم کا نامۂ مبارک

شام میں عرب کا خاندان جو قیصر کے زیر حکومت تھا وہ غسانی خاندان تھا۔ اور اُس کا پایۂ تخت بصریٰ تھا جو دمشق کے علاقہ میں ہے اور آج کل حوران کہلاتا ہے۔ اُس زمانہ میں اس خاندان کا تخت نشین حارث غسان تھا۔ وحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک یہیں بصرے میں حارث غسان کو لا کر دیا۔ اُس نے قیصر کے پاس بیت المقدس میں بھیجدیا قیصر کو خط ملا تو اُس نے حکم دیا کہ کوئی شخص عرب کا مل سکے تو لاؤ۔ اتفاق یہ کہ ابوسفیان تجار عرب کے ساتھ غزہ میں مقیم تھے۔ قیصر کے آدمی انھیں غزہ سے جا لے آئے۔ قیصر نے بڑے سامان سے دربار منعقد کیا۔ خود تاج شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا۔ تخت کے چاروں طرف بطارقہ قیس اور رہبان کی صفیں قائم کیں۔ اہل عرب کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم میں سے اس مدعی نبوت کا رشتہ دار کون ہے۔ ابوسفیان نے کہا میں۔ پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے۔

ابوسفیان۔ شریف ہے۔

قیصر۔ اس خاندان میں کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

ابوسفیان۔ نہیں

قیصر۔ اس خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں

قیصر۔ جن لوگوں نے یہ مذہب قبول کیا ہے وہ کمزور لوگ ہیں یا صاحب اثر۔

ابوسفیان۔ کمزور لوگ ہیں۔

قیصر۔ اس کے پیرو بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔

ابوسفیان۔ بڑھتے جاتے ہیں۔

قیصر۔ کبھی تم لوگوں نے اس کی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ کیا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کبھی وہ عہد و اقرار سے خلاف ورزی بھی کرتا ہے۔

ابوسفیان۔ ابھی تک تو نہیں کی لیکن اب جو نیا معاہدہ صلح ہوا ہے اس میں دیکھیں وہ عہد پر قائم رہتا ہے یا نہیں۔

قیصر۔ تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ بھی کی ہے۔

ابوسفیان۔ ہاں

قیصر۔ نتیجہ جنگ کیا رہا

ابوسفیان۔ کبھی ہم غالب آئے اور کبھی وہ۔

قیصر۔ وہ کیا سکھاتا ہے۔

ابوسفیان۔ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ نماز پڑھو۔ پاکدامنی اختیار کرو۔ سچ بولو صلہ رحم ادا کرو۔ اس گفتگو کے بعد قیصر نے مترجم کے ذریعہ سے کہا کہ تم نے اس کو شریف النسب بتلایا پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ تم نے کہا کہ اس کے خاندان میں سے کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اس خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں تھا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس کو بادشاہت کی ہوس ہے۔ تم کہتے ہو کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں کہا

جو شخص آدمیوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ خدا پر کیوں کر جھوٹ باندھ سکتا ہے۔ تم کہتے ہو کہ کمزوروں نے اس کی پیروی کی ہے۔ پیغمبروں کے ابتدائی پیرو ہمیشہ غریب ہی لوگ ہوتے ہیں۔ تم نے تسلیم کر لیا کہ اس کا مذہب ترقی کرتا جاتا ہے۔ سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ بڑھتا جاتا ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اس نے کبھی فریب نہیں کیا۔ پیغمبر کبھی فریب نہیں کرتے۔ تم کہتے ہو کہ وہ نماز۔ تقویٰ اور عفاف کی ہدایت کرتا ہے اگر یہ سچ ہے تو میرے قدمگاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ مجھکو یہ ضرور خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے۔ لیکن یہ خیال نہیں تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا۔ میں اگر وہاں جا سکتا تو خود اس کے پاؤں دھوتا۔ (سیرۃ النبی ۳۴۰ - ۳۴۱)

اس واقعہ تاریخی سے بھی ایک دوسرے عیسائی حکمران کی۔ اسلام اور اس کے عقاید و مقاصد کی تصدیق اُن سے ہمدردی اور دلچسپی پوری طور پر ثابت ہوتی ہے حافظ جمال الدین شیرازی نے اپنی کتاب روضۃ الاحباب میں بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور اس میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ رہبانان اور محافظان بیت المقدس نے اسی وقت قیصر کے سامنے واقعہ معراج کی بھی تصدیق کی۔ (ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ از صفحہ ۳۶۶ - ۳۷۰)

انہیں واقعات کو مدنظر رکھکر دربار رسالتؐ نے بھی ان کے ساتھ جو رعایات و احسانات قائم رکھے اُن کی تفصیل مولوی شبلی کی تحریر ذیل میں معائنہ فرمائی جائے۔

مدینہ میں نجران کے عیسائیوں کے وفد اُن کے ساتھ آں حضرتؐ کے خاص رعایات

نجران۔ کہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک وسیع ضلع کا نام ہے۔ جہاں عیسائی عرب آباد تھے یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا جسے وہ اپنا کعبہ کہتے تھے۔ اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے۔ اس میں اُن کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے جن کا لقب سید اور غالب تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہ تھا اعشیٰ اسی کی شان میں کہتا ہے و کعبۃ نجران حتم علیک حتی تناخی بابوابھا تزور یزیدا و عبد المسیح وقیسا ھم خیر اربابھا

یہ کعبہ تین سو کھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ جو شخص اس کے حدود میں آجاتا تھا وہ مامون ہو جاتا تھا۔ اس کعبہ کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت اسلام کا خط لکھا تو اس کعبہ کا محافظ اور ائمہ مذہب ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں اتارا۔ تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو ان لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ نے روکا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کرکے نماز ادا کی۔

(سیرۃ النبی جلد دوم ص ۳۹)

اب آگے سنیئے۔ جب ان کے معاملات مباہلہ سے قطع نظر کرکے مصالحہ پر طے ہو گئے تو جو شرائط صلح و امان عیسائیوں کو عہدنامہ کے طور پر دربار رسالت سے عنایت فرمائے گئے اُن کو ہم بجنسہ و بلفظہ رائٹ آنریبل مسٹر امیر علی صاحب کی کتاب "اسلام" سے ترجمہ کرکے ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

سنہ ۹ ہجری میں جناب رسول خدا صلعم نے عیسائی قوموں کو ایک عہدنامہ تحریر فرما کر عنایت فرمایا جو آپ کے رعایات و احسانات کے عظیم ترین آثار و یادگار قائم کرتا ہے۔ آپ نے نجران کے اور اس کے حوالی اور مضافات کی مقامی عیسائی باشندوں کے لئے یہ عہدنامہ تحریر فرمایا جس کی عبارت کا عنوان یہ تھا۔

عیسائی باشندگان نجران اور اُن کے حوالی و مضافات میں رہنے والے عیسائیوں کے لئے۔ خدا اور اس کے رسول کے فیضان ضمانت اور حفاظت اُن کی جان۔ اُن کے مذہب اور ان کی جائداد کے متعلق۔ اُن کے تمام حاضرین و غائبین اور دیگرین کی نسبت کامل وسعت کے ساتھ منظور کی جاتی ہے۔ اُن کے عملیات دینی اور تعمیل مراسم مذہبی میں کوئی مداخلت نہیں کی جائیگی نہ اُن کے ملکیت اور استحقاق میں کوئی تغیر اور تبدل کیا جائے گا۔ کوئی راہب عیسائی اپنے معبد سے نہیں نکالا جائے گا۔ نہ اُن کا کوئی تارک الدنیا مشائخ اپنے صومعہ سے۔ نہ اُن کا کوئی

پیشوا اپنے منصب سے علیحدہ کیا جائے گا۔ اور وہ ہر قلیل و کثیر تمام حقوق امور ملکی سے ویسی ہی مستفید ہوتے رہیں گے۔ جیسے اس سے پہلے فائدے اُٹھاتے تھے۔ اُن کے پرستش کی صلیب یا مورت نہیں توڑی جائیگی۔ وہ نہ کسی پر زیادتی کرینگے اور نہ اُن پر زیادتی کی جائیگی۔ اُن لوگوں کو ایام جہالت کے قدیم دستور پر انتقام خون و قتل کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ اُن پر کسی قسم کا خراج یا محصول نہیں لگایا جائیگا نہ اُن سے جنگ کے موقع پر کسی قسم کی امداد لی جائے گی۔

(مطبوعہ لندن ص ۴۵)

اس عہدنامہ مبارک کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بلکہ اس کی پوری نقل مسٹر جان ڈیون پورٹ نے اپنی اپالوجی فار محمدؐ اینڈ دی قرآن میں تحریر کی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی بالقابہ نے ابتدائے قیام لکھنؤ اور حیدرآباد کیننگ کالج کے ایام میں تیار فرماکر اس کا نام مظاہر الحق رکھا تھا اور مطبع نول کشور میں چھپوایا بھی تھا۔ میں نے بہت زمانہ ہوا اس کو دیکھا تھا مگر اس وقت میرے پاس موجود نہیں۔ اس لئے میں اصل کتاب سے بجنسہ ترجمہ کرکے اس عہدنامہ مقدس کی پوری عبارت ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

وہ عہدنامہ جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مشائخ باشندگان کوہ سینا کے نام خصوصاً اور تمام عیسائی قوموں کے نام عموماً تحریر فرمایا

چونکہ خدائے عظیم و برتر تمام ممالک کا انتظام کرتا ہے۔ اُسی کے بھیجے ہوئے تمام رسول آئے ہیں۔ خدا کی نسبت کبھی ناانصافی یا ظلم کے کوئی شاہد نہیں قائم ہوئے۔ اُس کے انھیں عنایات و تفضلات میں سے جو اُس نے وقتاً فوقتاً اپنے بندوں پر مبذول فرمائے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس نے محمدؐ ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ کافۃ العالمین کی معرفت یہ عہدنامہ اُس کے تمام قومی اور مذہبی لوگوں کے نام معاہدۃً واجب التعمیل اور لازم التقلید کی صورت میں عیسائی قوموں اور تمام متعلقین نصاریٰ کے ساتھ ادا کئے جانے کے غرض سے لکھوایا ہے

عام اس سے کہ وہ کیسے ہی ہوں - صحیح النسب و شریف ہوں یا غیر شریف۔ موقّر ہوں یا غیر موقّر شرائط یہ ہیں :-

فقرا و مشائخ مقیم کوہ سینا کے لئے خاص شرائط

(۱) شرائط مندرجہ ذیل ہیں سے مسلمانوں میں سے جو کوئی ان شرائط معاہدہ سے خلاف ورزی یا عہد شکنی کرے گا وہ ایسا ہوگا جیسا اُس نے خدا کے عہد کو توڑ ڈالا - یا جس نے اس عہدنامہ سے خلاف ورزی کی وہ خدانخواستہ مخالف و معارض عقاید اسلام ہوا - کیونکہ ایسا کرنے سے وہ مستحق لعنت ہوجائے گا - عام اس سے وہ کوئی بھی ہو - امیر ہو یا فقیر جو کوئی بھی ہو (۲) اُن فقرا و مشائخ میں سے جو اپنی سیر و سیاحت کی غرض سے کسی پہاڑ - پہاڑی گاؤں یا کسی مقام کی آبادی میں - جو ساحل یا عین دریا یا دشت صحرا میں واقع ہو - قیام پذیر ہو یا آباد ہو جائے اور وہ مقام اُس کا گھر ہونے کے علاوہ اگرچہ اُس کا معبد ہو - یا صرف جائے عبادت ہی کیوں نہ ہو - تو میں بحیثیت اُس کے امین اور محافظ ہونے کے اُس کی تمام جائداد اور مال و متاع اور جان کی - اپنی اور اپنے تمام قوم کی جان حمایت اور حفاظت کے ساتھ ضمانت کرتا ہوں - کیوں کہ یہ لوگ ہماری قوم کے ایک جزو ہیں اور ہمارے لئے باعث احترام (۳) میں تمام حکام کو منع کرتا ہوں کہ اُن سے کوئی جزیہ کی رقم نہ لی جائے نہ کسی قسم کا خراج محصول - اور اُن کو ان امور کے لئے تکلیف نہ دی جائے اور نہ مجبور کیا جائے (۴) اُن کے مقرر کردہ ناظم اور قاضی معزول نہ کئے جائیں - بلکہ معزول کئے جانے کے عوض وہ اپنے اپنے منصب پر بحال رکھے جائینگے (۵) راستہ چلتے وقت اُنھیں کوئی شخص نہ ستائے گا نہ کوئی آزار پہونچائے گا (۶) جتنے معابد اُن کی ملکیت اور قبضہ میں ہیں کوئی اُنھیں اُن کے استحقاق سے نہیں نکالے گا (۷) جو کوئی اس نامے کو مسترد کرے گا اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس نے خدا کے فرمان سے سرتابی کی (۸) نہ اُن کے قاضی - نہ ناظم - نہ فقرا - نہ ملازمین نہ مریدین اور اُن کے تمام متعلقین کسی قسم کی رقم جزیہ ادا کرینگے - یا اس کی وجہ سے ستائے

جائیں گے۔ کیونکہ میں اُن کا ضامن ہو چکا ہوں۔ عام اس سے کہ وہ دریا میں ہوں یا زمین پر۔ پورب ہوں پچھم ہوں۔ اوتر ہوں۔ دکھن ہوں۔ کہیں بھی ہوں۔ کیونکہ وہ لوگ وارث اُن تمام مقبوضات میرے ان شرائط عہد نامہ کے اندر آچکے ہیں (۹) اور ان میں سے وہ لوگ جو بالخصوص گوشہ نشینی اور محض خموشی کی حالتوں میں پہاڑوں پر رہتے ہیں۔ نہ وہ جزیہ دینگے اور نہ اپنی آمدنی میں سے کوئی رقم محصول و خراج۔ اور نہ کوئی مسلمان اُن کے مملوکات میں سے کوئی حصہ لیگا۔ کیونکہ وہ جو کچھ پیدا کرتے ہیں وہ اُن کی بسر اوقات ہی کے لئے صرف کافی ہوتا (۱۰) جب غلہ کی پیداوار کثرت سے ہو تو ہر شخص کو لازم ہوگا کہ وہ ایک پیمانہ کے مطابق اپنے غلہ کے ہر بوجھے میں سے ان کو دیا کرے (۱۱) موقع جنگ پر بھی وہ اپنی آبادی کے مقامات سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ میدان ہائے جنگ میں جانے کے لئے مجبور کئے جائیں گے۔ اور اُس وقت خاص میں بھی اُن سے کوئی جزیہ کی رقم وصول نہیں کی جائے گی۔

یہ گیارہ شرائط تو عیسائی فقرا اور مشائخ سے مخصوص تھے۔ اب مندرجہ ذیل سات شرطیں تمام اقوام عیسائی کے لئے عام طور سے تحریر فرمائی گئیں۔

(۱۲) وہ عموماً عیسائی فرقہ کے لوگ جو مستقلاً ملک میں اپنی دولت و مال اور استحقاق رہداری کے ساتھ آباد ہیں۔ وہ رقم جزیہ دینے کے مستحق ہونگے۔ لیکن کسی حالت میں اُن کو ۱۲ درہم سے زیادہ رقم جزیہ نہیں دینی ہوگی (۱۳) سوائے رقم جزیہ کے اور کوئی دوسری رقم اُن سے طلب نہیں کی جائیگی۔ اس حکم الٰہی کے مطابق کہ اہل کتاب کے ساتھ نہ جھگڑو۔ وہ اُن تمام کتابوں کی جو خدا کی طرف سے اُتری ہیں تعظیم کرتے ہیں اور اُن سے مباحثہ بھی کرو تو شائستہ اور نرم طریقہ سے۔ اپنی اچھی چیزوں سے اُن کے ساتھ سلوک کرو۔ اور باتیں کرو۔ اور اور کسی کو اُن پر زیادتی نہ کرنے دو (۱۴) اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے بیاہ کرے تو اُس کا مسلم شوہر اُس کے خلاف مرضی اُس کو اُس کے معبد میں جانے اور رسم مذہبی کے بجالانے سے نہیں روکے گا (۱۵) کوئی شخص ان لوگوں کو ان کے معبد میں جانے اور فرائض دینی

ادا کرنے سے نہیں منع کرے گا (۱۶) جو کوئی شخص ان شرائط عہدنامہ کے خلاف ورزی اختیار کرے یا اس کے کسی مخالف امر کی تائید کرے گا وہ حقیقتاً خدا اور اس کے رسول کے معاہدے سے خارج ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے ضمانت کے شرائط ان لوگوں کے ساتھ اسی عہد کے مطابق کئے ہیں (۱۷) کوئی شخص (مسلم) ان سے جنگ و مقاتلہ نہ کرے گا۔ بلکہ اس کے خلاف مسلم ان کی طرف سے ہو کر جنگ و مقاتلہ کرینگے (۱۸) لہذا میں تمام اقوام اسلام کو حکم عام دیتا ہوں کہ آج سے قیامت تک اس عہدنامہ کے شرائط سے خلاف ورزی کا خیال نہ کریں۔

شاہدان عہدنامہ

(۱) علی ابن ابی طالب (۲) ابوبکر ابن ابی قحافہ (۳) عمر ابن خطاب (۴) عثمان ابن عفان (۵) زبیر ابن العوام (۶) عبداللہ ابن مسعود (۷) زید ابن ثابت (۸) فضل ابن عباس (۹) طلحہ (۱۰) حسان (۱۱) سعد ابن ابی وقاص (۱۲) عبداللہ ابن عمر (۱۳) عمار ابن یاسر

[انگریزی میں عربی ناموں کا ایسا خراب تلفظ کیا گیا ہے کہ بمشکل سے مرقومہ بالا اصحابِ کرام کے نام پڑھے گئے۔ دو حضرات کے نام نامی تو مطلق نہیں پڑھے گئے۔ اولاد حیدر عفی عنہ]

مسٹر ڈیونپورٹ لکھتے ہیں کہ اس عہدنامہ کی کتابت آپ کے جانشین اور امام علی ابن ابی طالب نے کی۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اپنے دست مبارک سے نشان بنا دیا۔ ۳ محرم سنہ ۲ ہجری ہیں۔ اس کے آگے۔ فٹ نوٹ میں مسٹر جان ڈیونپورٹ لکھتے ہیں:-

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی قوموں کے لئے یہ عہدنامہ اور شرائط ضمانت تمام مسلمانوں کے نام لکھ دیئے اور آپ کے بعد زمانہ خلافت حضرت عمرؓ میں قائم و برقرار رہے اور اسی طرح ایام خلافت حضرت عثمان اور حضرت علی میں بھی بحال رہے۔ اس زمانہ میں حقیقتاً معاہدات و مراسلات پر تاریخ لکھنے کا قاعدہ جاری نہیں تھا۔ اس لئے یہ بالکل قریب العقل ہے کہ اصل عہدنامہ پر کوئی تاریخ مندرج نہیں تھی۔ اور یہ تاریخ جو مندرجہ بالا عبارت میں تحریر ہے وہ پیچھے کاتبوں کا

اضافہ ہے۔

مسٹر ڈیونپورٹ کو تاریخ عہدنامہ کے متعلق اس اطلاع اور یاد دہانی کی کیوں ضرورت ہوئی ہم عرض کئے دیتے ہیں وہ اس لئے کہ اس انگریزی محقق کو نہایت ضروری معلوم ہوئی کہ تاریخ وسال مندرجہ عہدنامہ تاریخی مشاہدہ سے بالکل خلاف واقعہ ثابت ہوتے تھے۔ کیوں کہ ہم اوپر تبلا آئے ہیں کہ سنہ ۸ ہجری تک دربار رسالت میں عیسائیوں کے کوئی معاملات پیش ہی نہیں ہوئے۔ سنہ ۲ ہجری میں جب کہ اسلام مدینے سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھا۔ کوہ سینا تک پہونچا ہوا کیسے یقین کیا جائے گا۔ اس لئے اس عہدنامہ مبارک کی تحریر سنہ ۲ ہجری میں تاریخی ثبوت کے اعتبار سے بالکل خلاف ہے لہذا انگریزی محقق نے اس کی اصلی حقیقت کا اپنے نوٹ میں پورا انکشاف کردیا۔ اولاد حیدر عفی عنہ

مسٹر ڈیونپورٹ نے یہ مقدس نوشتہ کہاں سے پایا۔ اس کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ وہ تحریر کرتے ہیں کہ اس عہدنامہ مبارک کو مسٹر رچرڈ پوکاک، بشاپ او میتھ نے اپنی کتاب موسومہ

اے ڈس کرپشن آف دی ایسٹ اینڈ اور کنٹریز

جلد اول ص ۲۸۶ میں ترجمہ کرکے لکھا ہے۔ اور اس کتاب کو انھوں نے سنہ ۱۷۴۳ء میں چھپوایا۔

میں نے اس عہدنامہ مبارک کو اسلامی کتابوں کے اسناد سے خاص کر اس لئے نہیں لکھا ہے کہ عیسائی حضرات اس مقدس تحریر کو اپنی تصانیف وتالیف میں بڑی مفاخرت سے لکھکر اپنے فرقہ والوں کے ساتھ ان تفضلات الٰہی اور رعایت واحسانات حضرت رسالت پناہی کا خود اقرار کرتے ہیں۔ جو ہمارے موجودہ سلسلہ بیان کا عین مقصود ہے۔

عیسائیوں کے ساتھ آنحضرت صلعم کے دیگر رسم وراہ رکھے جانے کے واقعات

ہم اپنے سلسلہ بیان میں اوپر اسلامی اور انگریزی مورخین ومحققین کے اسناد سے نجران کے عیسائیوں کے معاملات میں۔

آنحضرت صلعم کے رعایات اور اخلاق و احسانات کے طرزِ عمل کو پوری تفصیل سے دکھلا آئے ہیں۔ ناظرینِ کتاب۔ انصاف سے مسلمانانِ حال کے۔ موجودہ عیسائی حکومت اور اس کے کارکنان کے ساتھ طریقۂ ترکِ موالات اور قطعِ تعلقات کو سیرۃ رسولؐ اور آپ کے مندرجۂ بالا طرزِ عمل سے ملائیں اور بتلائیں کہ ان دونوں طریقوں میں سرمو بھی مطابقت پائی جاتی ہے اور کہیں سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی موجودہ تحریک میں آپ کے طرزِ عمل کی تقلید و تعمیل کا شمہ بھی خیال و لحاظ ہے۔ اگر انھیں ذرا بھی خیال آیا ہوتا تو وہ کبھی اتنی کج خلقی اور بے مروتی سے کام نہ لیتے۔

اب اسی سلسلہ میں۔ عیسائیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسم و راہ جاری رکھنے کے واقعات جس سے آپ کے اخلاقِ عظیم اور الطافِ عمیم ثابت ہوتے ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

مولوی شبلی صاحب نعمانی سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ نجاشی کے ہاں سے ایک سفارت آئی۔ آپ نے اس کو اپنا مہمان رکھا اور خود بہ نفسِ نفیس مہمانداری کے تمام فرائض انجام دیئے۔ صحابہ نے عرض کی کہ یہ خدمت ہم انجام دینگے۔ ارشاد ہوا کہ ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت گزاری کی ہے۔ اس لئے میں خود ان کی خدمت گزاری کرنا چاہتا ہوں (جلد دوم ص ۲۳۳)

اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ ہجرت حبشہ کے متعلق عیسائیوں کی ہمدردی اور غربا نوازی کا اس وقت تک کیسا گہرا اثر آپ کے قلبِ نورانی پر نقش پذیر تھا۔ حال کے مسلمانوں کو اس واقعہ سے احسان مندی اور منت گزاری کا سبق لینا چاہیئے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۴ میں ذیل کا واقعہ مشاہدہ فرمایا جاوے۔

قیصرِ روم نے آپ کی خدمت میں ایک پوستین بھیجی۔ جس میں دیبا کی سنجاف لگی تھی۔ آپ نے ذرا دیر کے لئے پہن لی۔ پھر اتار کر حضرت جعفر (حضرت علی کے بھائی) کے پاس بھیجدی

وہ پہنکر خدمت اقدس میں آئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس لئے نہیں بھیجی تھی کہ تم خود پہنو
عرض کی کہ پھر کیا کروں۔ ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی نجاشی کو بھیجدو حضرت جعفر ایک مدت تک۔
یعنی فتح خیبر تک۔ حبشہ میں رہے تھے۔ اور نجاشی نے انھیں سے تعلیم پائی تھی (جلد دوم ص ۴۵۵)
اگر نجاشی مسلمان ہوگیا تھا اور اُس کے ساتھ آپ کے اس طرز عمل سے صحیح استدلال
نہیں ہوسکتا۔ تاہم قیصر روم کا تحفہ قبول کر لینا اور پھر اُس عبائے دیبا کو تھوڑی ہی دیر تک جسم
مبارک میں پہن لینا۔ کیا اُس عیسائی حکمراں کے ساتھ آپ کے رسم وراہ اور موالات کو ثابت
نہیں کرتا اور اب فرمایا جائے یہ رسم وراہ ترک موالاۃ کی تحریک کی اجازت دیتی ہے اور اس کی
تعلیم کو سیرۃ رسول صلعم کے مطابق تبلاتی ہے۔ ان واقعات کو پڑھکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم
نے اپنے زمانہ حیات میں عیسائیوں کے ساتھ ترک موالاۃ اختیار فرمائی تھی یا اس کی تعلیم
مسلمانوں کو پہنچائی تھی۔ حالانکہ حضرت صلعم سے بڑھکر عیسائیوں کی مذہبی مخالفت اور دینی
مشاجرت کو کون جان سکتا اور پہچان سکتا تھا۔ دیکھئے خلق عظیم اور لطف عمیم اس کو کہتے ہیں کہ
جعفر کو حکم ہوتا ہے کہ نجاشی کو اپنی طرف سے اس بیش قیمت پوستین کو بھیجکر اُس کی احسان مندیوں
سے سبکدوش ہو جاؤ۔ قیصر کے ساتھ یہ اخلاق برتے جاتے ہیں اور اُس کے اخلاص کا یوں
جواب دیا جاتا ہے اور اُس کا احسان یوں ادا کیا جاتا ہے کہ اُس کا بھیجا ہوا تحفہ فوراً جسم مبارک
آراستہ فرمالیا جاتا ہے تاکہ اُس کو اور اُس کے ساتھ لانے والے آدمیوں کی دل شکنی نہ ہو۔ وہ
یہ دیکھکر مطمئن ہو جائیں کہ بلا کسی خیال دشبہ کے۔ صرف جانبین کے اخلاص اور رسم وراہ کی
بنا پر اُس کا ہدیہ قبول کر لیا گیا اور خوشی سے اُس وقت پہن بھی لیا گیا۔ اس موقع پر۔ پھر حضرات
ناظرین اور تمام حضرات مسلمین کو ہم حافظ نذیر احمد صاحب کا مندرجہ بالا قول اور اصول مذہب
یاد دلاتے ہیں کہ دنیاوی امور میں مذہبی عقائد سے نہ مداخلت کی جائے۔ اور مذہبی امور میں
دنیاوی امور کو نہ دخل دیا جائے۔ یہ دنیاوی امور تھے۔ اور آنحضرت صلعم نے ان کے
اظہار میں مذہبی عقاید کا کچھ خیال نہ فرمایا۔ اس لئے یہ پیش کردہ تحریک جو بالکل امور دنیاوی

تعلق رکھتے ہیں اُن پر دینی عقاید کا خلاف چڑھانا اور اُن کو عین مذہب بتلانا صحیح اور قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔ کیا ہم ان شمائل نبوی اور خصائل مصطفوی کی ایک مثال بھی موجودہ مسلمانوں کے طرز عمل میں دکھلا سکتے ہیں۔ لا واللہ

صحابہؓ کرام کے طرز عمل سے عیسائیوں کے ساتھ رعایات کے ثبوت

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے بعد اب ہم صحابہ کرام اور خلفائے عظام کے طرز عمل کو نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جب جیش اسامہ کو وصیت رسول صلعم کے مطابق پھر از سر نو مرتب کر کے شام کی عیسائی حکومت کی طرف (قتل زیدؓ کی معاوضت میں) روانہ کیا تو امیر جیش کو من جملہ اور احکام کے ذیل کی باتوں کی نسبت خاص طور پر ہدایت فرمائی

تمھیں شام کی راہ میں بہت سے ایسے مذہبی خیال والے ملیں گے جو تارک الدنیا ہوکر اپنے صومعات میں عزلت نشین ہو چکے ہیں۔ اور اپنے مذہبی عقاید کے رو سے اپنے اس طریقہ کو رضائے خداوندی کے حصول کا باعث سمجھتے ہیں۔ تم اُن کو اُن کی حالتوں پر چھوڑ دو۔ نہ اُن کو قتل کرو نہ اُن کے معابد کو مسمار کرو۔ اور اُن میں سے سر منڈائے ہوئے فقرا سے بھی۔ بشرطیکہ وہ تمھارے پاس حاضر ہو جائیں۔ کوئی تعرض نہ کرو اور چھوڑ دو۔ (اسلام مطبوعہ لندن)

خلافت دوم میں رعایات

غرض کہ اس فرمان خلافت سے بھی مذہب کی مخالفت کے اصول پر عیسائیوں سے کسی قسم کی تعرض کی اجازت نہیں ثابت ہوتی۔ اب خلافت ثانیہ کے مہربانانہ طرز عمل کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ فتح بیت المقدس کے وقت میں حضرت عمرؓ کا شہر بیت المقدس میں داخلہ اس طرح لکھا گیا ہے کہ بیت المقدس کے باشندوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے اسلام کی حکومت تسلیم کر لی۔ حضرت عمرؓ صرف ایک خدمت گار کو ساتھ لئے ہوئے بغیر کسی شوکت و شان اور جلوس کے سامان کے شہر جابیہ میں داخل ہوئے۔

جہاں عیسائیوں کے ایک وفد نے حاضر ہو کر آپ کا خیر مقدم اور رسم استقبال کیا۔ آپ نے
ایک خفیف سی رقم جزیہ کی شرط ادائیگی پر اُن کو اُن کے فرائض مذہب کی ادائیگی اور
معابد پر اُن کے قبضہ و اختیار قائم رہنے کی پوری اجازت اور آزادی دیدی۔ اسی عیسائی
وفد کے ہمراہ حضرت عمر شہر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہونچنے پر سافرینوس
نامی متولی بیت المقدس نے آپ کا رسم استقبال ادا کیا۔ وہاں سے عیسائیوں کے دینی پیشوا
اور مسلمانوں کے خلیفہ ساتھ ساتھ۔ بے تکلفانہ و بلا تعرض۔ اس شہر مقدس کی عظمت و قدامت
کا ذکر کرتے ہوئے۔ بیت المقدس میں داخل ہوئے (اسلام۔ مطبوعہ لندن)

ان واقعات کو پڑھکر تعجب کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر کے اس وقت کے طرز عمل کو
عیسائیوں کے مخالف ہونا چاہتا تھا۔ کیونکہ ابھی ابھی جنگ تمام ہوئی تھی۔ اُن کثیر التعداد
شہدائے مسلمین کے خون۔ جو انھیں عیسائیوں کے ہاتھ سے میدان جنگ میں قتل کیے گئے
تھے۔ ابھی اُس سرزمین سے خشک بھی نہیں ہوئے تھے۔ انھیں پہلے اپنے طرز عمل کو حضرت عمر
کے طرز عمل سے موازنہ کرنے کی صلاحیت پیدا کر لینی چاہیئے۔ تب اپنے تعجب و حیرت کا اظہار
کرنا چاہیئے۔ اُن کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان معاملات میں خلیفہ وقت نے اسلام کی اخلاقی اور
امن پسندی کے اصول اور سیرۃ رسول صلعم کے مطابق۔ مخالفین مذہب کے ساتھ خاص رعایات
کا طریقہ اختیار فرمایا۔ اور ذاتیات کی طرف ذرا بھی توجہ نہ فرمائی۔ اور اُن کے ساتھ وہی
عمل قائم رکھے جو اسلام کی اخلاقی اور روحانی تعلیم کے عین مدعا ثابت ہوتے ہیں۔

حضرات ناظرین۔ میں اپنا مدعا تمام کر چکا اور اپنی استدعا ختم۔ میں اپنے مقصد کے خاتمہ
پر بار دیگر آپ حضرات کی خدمات میں یاد دلاتا ہوں اور آپ کو باور کراتا ہوں کہ میں نے
مندرجہ بالا عنوان میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ بالکل اپنی قوم و ملت کے ساتھ۔ خاص الخاص
دل سوزی۔ ہمدردی اور حفظ ما تقدم کے خیال سے جو میرے عقیدے اور ایمان میں اسلام کی
تعلیم کا اصلی اور حقیقی معیار ثابت ہوتا ہے۔ خدا شاہد ہے۔ اس تحریر سے مجکو اپنی خود غرضی اور

نفسانیت کے اظہار میں نہ کسی کی تنقید منظور ہے نہ تردید مقصود۔ ان تحریکات و تعریفات دنیاوی کو مذہبی عقاید تبلانے اور تسلیم کرانے میں جن حضرات کو سوءِ ظن اور غلط فہمی واقع ہوئی ہے اُن کی حقیقت اور اصلیت کو ہم نے کتاب خدا۔ سیرۃ رسول صلعم اور خلفائے کرام کے طرزِ عمل سے دکھلا دیا ہے اور بتلا دیا ہے۔ ماننے نہ ماننے کا آپ حضرات کو اختیار ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

واللہ اعلم بحقیقۃ الاحوال

مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم دیوبندی (صاحب فتویٰ) کے مختصر حالات

مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی (شیخ الہند صاحب فتویٰ) جن کا تھوڑا زمانہ ہوتا ہے انتقال ہو گیا ہے۔ وہ ایک عرصہ سے گورنمنٹ سے رنجیدہ اور کشیدہ رہتے تھے۔ اُن کے اس رنج و ملال کی کوئی وجہ خاص نہیں معلوم ہوتی تھی۔ یہ عقدہ رولٹ بل کمیٹی والی تحقیقات کے مطالعہ سے کھل گیا۔ جو ناظرین کی اطلاع کی غرض سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ریشمی خطوط والے سازشی اگست ۱۹۱۶ء میں اس سازش کا انکشاف ہوا جو گورنمنٹ کے کاغذوں میں ریشمی خطوط کی سازش کہلاتی ہے۔ یہ ایک تجویز تھی جو ہندوستان ہی میں تیار کی گئی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ شمال مغربی سرحد سے ایک حملہ ہو۔ ادھر ہندوستان کے مسلمان اُٹھ کھڑے ہوں اور سلطنت برطانیہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس تجویز کو عمل میں لانے اور اس کو تقویت دینے کے لئے ایک شخص مولوی عبید اللہ نے اپنے تین رفقا عبد اللہ۔ فتح محمد۔ اور محمد علی کو ساتھ لے کر اگست ۱۹۱۵ء میں شمال مغربی سرحد کو عبور کیا۔ عبید اللہ سکھ سے مسلمان ہوا ہے اور صوبجات متحدہ کے ضلع سہارن پور میں مسلمانوں کے مذہبی مدرسہ دیوبند میں اس نے

مولوی کی تعلیم پائی ہے وہاں اس نے اپنے جنگی اور خلاف برطانیہ خیالات سے عملہ مدرسہ کے بعض لوگوں اور طلباء کو متاثر کیا اور سب سے بڑا شخص جس پر اس نے اپنا اثر ڈالا وہ مولٰنا محمود حسن تھے۔ جو اسکول میں بہت دنوں تک ہیڈ مولوی رہ چکے ہیں عبید اللہ چاہتا تھا کہ دیوبند کے مشہور مدرسہ کے تعلیم یافتہ مولویوں کی اعانت سے ہندوستان بھر میں ایک اسلامی جوش اور برطانیہ کے خلاف تحریک پھیلائے لیکن اس کی تجاویز کے راستہ میں مدرسہ کے مہتمم اور انجمن کے لوگ سد راہ ہوئے اور انہوں نے اس کو اور اس کے چند ساتھیوں کو مدرسہ کی ملازمت سے برخاست کر دیا۔ اس امر کا بھی ثبوت مل چکا ہے کہ وہ بعض حالات میں مصیبت میں گرفتار رہا۔ پھر بھی وہ مولانا محمود حسن کے پاس عام طور پر آتا رہا۔ مولانا کے مکان پر خفیہ جلسے ہوتے رہے اور اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ سرحد سے کچھ آدمی بھی وہاں آئے تھے۔

۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو محمود حسن نے بھی ایک شخص محمد میاں اور اور دوستوں کے ساتھ عبید اللہ کے مثال کی پیروی کی۔ اور شمال کی طرف جانے کے لئے نہیں بلکہ عرب کے صوبہ حجاز میں مقیم ہونے کی غرض سے ہندوستان چھوڑ دیا۔

روانہ ہونے سے پہلے عبید اللہ نے دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اور دو ایسی کتابیں معرض اشاعت میں لایا۔ جن میں جنگی اور مذہبی جوش کی ترغیب دی گئی تھی اور ان کو جہاد کے فرض اولیٰ کے ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا۔ اس شخص کا اور اس کے دوستوں کا جن میں مولانا محمود حسن بھی شامل ہیں عام مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا ایک بہت زبردست حملہ ہندوستان پر ہو اور مسلمانوں کی بغاوت سے اسے تقویت پہونچے اب ہم ذیل میں ان کوششوں کا ذکر کرینگے جو ان لوگوں نے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے کیں۔

عبید اللہ اور اس کے دوست پہلے ہندوستانی مجنونانِ مذہبی کے پاس گئے۔ اور

اس کے بعد کابل پہونچے۔ وہاں وہ ترکی جرمن مشن کے ممبروں سے ملے اور ان سے تبادلۂ خیالات کیا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد ان کا دیوبندی دوست مولوی محمد میاں انصاری بھی آن ملا۔ یہ آدمی مولانا محمود حسن کے ساتھ عرب گیا تھا اور ۱۹۱۶ء میں وہ اعلان جہاد ساتھ لے کر آیا تھا جو حجاز کے ترکی فوجی حاکم غالب پاشا نے مولانا محمود حسن کو دیا تھا۔ اثنائے راہ میں محمد میاں اس اس تحریر کی جو غالب نامہ کے نام سے مشہور ہے) نقلیں ہندوستان اور سرحدی قوموں میں تقسیم کرتا ہوا آیا۔ عبیداللہ اور اس کے ساتھی سازشی لوگوں نے ایک تجویز تیار کی تھی کہ جب سلطنت برطانیہ کو مٹا دیا جاوے تو ہندوستان میں ایک عارضی حکومت قائم کی جائے ایک مہندر پرتاب اس کا پریزیڈنٹ ہونے والا تھا۔ یہ شخص ایک اچھے خاندان کا ہندو اور خود رائی وہمی سیرت کا آدمی ہے اور ۱۹۱۴ء میں اسے اٹلی سوئٹزرلینڈ اور فرانس میں سفر کرنے کا پروانہ راہداری دیا گیا تھا وہ سیدھا جنیوا گیا۔ وہاں ہردیال سے ملا۔ اور ہردیال نے اس کا جرمن قنصل سے تعارف کرا دیا۔ اس کے بعد وہ برلن چلا گیا۔

ایک شخص جو عبیداللہ کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کی نسبت وہ لکھتا ہے کہ وہ شخص تجویزیں تیار کرنے میں بہت عجیب اور غیر معمولی آدمی تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑی سلطنت کا حکمراں ہے۔ مگر جہاں کام کرنے کا وقت آ جائے تو وہ بہت سست تھا اور کام کرنے سے جی چراتا تھا۔ اور وہاں سے کسی خاص مشن کے لئے بھیجا گیا کیوں کہ اس نے جرمنوں پر اپنی اہمیت کا اثر مبالغہ آمیز طریق پر ڈالا تھا۔

خود عبیداللہ ہندوستان کا وزیر ہونے والا تھا۔ اور کرشنا ورما کا دوست اور امریکن غدر پارٹی کا ممبر برکت اللہ جس نے برلن کے راستے کابل کا سفر کیا تھا وزیر اعظم ہونے والا تھا۔ یہ شخص ریاست بھوپال کے ایک ملازم کا بیٹا تھا۔ اور انگلستان امریکہ اور جاپان ہو آیا تھا۔ یہ شخص ٹوکیو میں ہندوستانی کا پروفیسر ہوا تھا۔ اور وہاں اس نے برطانیہ کے خلاف ایک نہایت تیز اخبار "اسلامک فریٹرنٹی" کے نام سے جاری کر رکھا تھا۔ اس

اخبار کو بعد میں جاپانی حکام نے بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے عہدہ سے موقوف کر دیا گیا اور پھر امریکہ جا کر وہ اپنے غدری دوستوں سے مل گیا۔

وہ جرمن جو افغانستان میں اپنے مقاصد کے لئے آئے تھے جب ناکام رہے تو ۱۹۱۶ء میں واپس چلے گئے۔ مگر ہندوستانی وہیں رہے اور "حکومت عارضی" والوں نے روسی ترکستان کے حاکم اور زار روس کو اس مضمون کے خطوط لکھے کہ روس کو چاہئے برطانیہ کا اتحاد کو خیرباد کہہ کر ہندوستان سے سلطنت برطانیہ کو مٹانے کی کوشش میں امداد کرے۔ ان خطوط پر مہندر پرتاپ کے دستخط تھے۔ آخر وہ خطوط برطانیہ کے ہاتھ آ گئے۔ شہنشاہ روس کے نام جو خط تھا۔ وہ سونے کے پترے پر لکھا گیا تھا جس کی عکسی تصویر ہمیں دکھائی گئی ہے:

"حکومت عارضی" نے ترکی گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی تجویز بھی کی۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے عبیداللہ نے اپنے پرانے دوست محمود حسن کو خط لکھا یہ خط ایک اور خط مورخہ ۸ رمضان مطابق ۹ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء کے ساتھ۔ جو محمد میاں انصاری نے لکھا تھا۔ بند کر کے اس نے حیدر آباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم کے نام ایک نوٹ لکھ کر بھیجدیا۔ یہ شخص اس وقت تک مفقود الخبر ہے۔ شیخ عبدالرحیم سے اس نوٹ میں التجا کی گئی تھی کہ وہ کسی معتبر حاجی کے ہاتھ وہ خطوط مکہ میں مولانا محمود حسن کو پہونچا دے۔ وہ خط زرد ریشمی کپڑے پر بہت صاف اور خوشخط لکھے ہوئے تھے۔ محمد میاں کے خط میں یہ باتیں لکھی تھیں:-

جرمن اور ترک وفد کا آنا۔ جرمنوں کا واپس چلے جانا۔ ترکوں کا بغیر کسی کام کے رہجانا۔ غالب نامے کی اشاعت۔ حکومت عارضی کی تجویز اور خدائی فوج کی مجوزہ ساخت اس فوج کی نسبت یہ تجویز تھی کہ اس کے لئے ہندوستان سے رنگروٹ بھرتی کئے جاویں اور مسلمان حکمرانوں کے درمیان اتحاد پیدا کیا جائے۔ محمود حسن ان تمام معاملات کو حکومت عثمانی تک پہونچانے پر مقرر تھے عبیداللہ کے خط میں "خدائی فوج" کی تجویز کا ایک نقشہ تھا اس فوج کا ہیڈ کوارٹر۔ مدینہ۔ اور اس کا جنرل انچیف محمود حسن ہونے والے تھے۔ دوسرے

ہیڈکوارٹر مقامی جرنیلوں کے ماتحت قسطنطنیہ طہران اور کابل میں قائم ہونے والے تھے۔ کابل میں خود عبیداللہ جنرل مقرر ہونے والا تھا۔ اس نقشے میں تین سرپرستوں ۱۲۴ مارشلوں اور بہت سے اعلیٰ فوجی افسروں کے نام تھے۔ لاہور کے بھاگے ہوئے طالب علموں میں سے ایک میجر جنرل۔ ایک کرنل اور کچھ لفٹنٹ کرنل ہونے والے تھے جو اشخاص ان اعلیٰ عہدوں کے لئے منتخب ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جن سے ان کے تقرر کی نسبت مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ لیکن ریشمی خطوط سے جو اطلاعات ملیں۔ ان میں بعض تدارک ضروری تھے اور وہ کئے گئے۔

دسمبر ۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن صاحب اور ان کے چار رفقا برطانیہ کے ہاتھ آ گئے اور اس وقت جنگی قیدی ہیں اور برطانیہ کے ایک حصہ سلطنت میں نظر بند ہیں۔ غالب پاشا بھی جس نے غالب نامہ پر دستخط کئے تھے۔ آج کل جنگی قیدی ہے۔ اور وہ اس امر کا اقبال کرتا ہے کہ اس نے کاغذ پر دستخط کئے تھے۔ جو محمود حسن پارٹی نے اس کے روبرو پیش کئے تھے اور اس کے ضروری حصوں کا ترجمہ یوں ہے۔

ایشیا۔ یورپ اور افریقہ کے مسلمان ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خدائے قادر و قیوم کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین دشمنان اسلام پر غالب آ گئے ہیں۔ اس لئے اے مسلمانو اس ظالم عیسائی حکومت پر حملہ کر دو جس کی قید میں تم پڑے ہو۔ بہت جلد عزم مصمم سے اپنی کوششوں کو دشمنوں کے مار ڈالنے کے لئے واقف (وقف) کر دو۔ اور ان سے نفرت و دشمنی ظاہر کرو۔ تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ مولوی محمود حسن آفندی (جو پہلے ہندوستان کے مدرسہ دیوبند میں تھے) ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے مشورہ لیا۔ ہم نے اس خیال میں ان کی تائید کی۔ اور انھیں ضروری ہدایات دیدی ہیں۔ اگر وہ تمھارے پاس آئیں تو تم ان پر اعتماد کرو اور آدمیوں اور

روپے اور ہر چیز سے جسے وہ طلب کریں اُن کی امداد کرو

رولٹ کمیٹی کی تحقیقات کی رپورٹ

(مطبوعہ لاہور صلہ ۵۷-۲۵۲)

خیالِ زلفِ دوتا میں نصیر پیٹا کر
نکل تو سانپ گیا ہے لکیر پیٹا کر

کوانٹہ۔ شریف العمارت
۲۹ جنوری ۱۹۲۱ء
مطابق
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

المستدعی۔ احقر
سید اولاد حیدر بلگرامی

تمام شد

DATE	NO.	DATE	NO.